ضمیمۂ اردو کلیاتِ نظمِ حالی

مشتمل بر

نظم و نثر فارسی و عربی

جو ابتدائے سنِ تمیز سے سنہ ۱۳۳۲ھ تک مختلف اوقات میں
عالیجناب شمس العلما مولوی حافظ خواجہ الطاف حسین صاحب حالی
کے کلکِ جواہر سلک سے تراوش پاتی رہیں
اور اب افادۂ عام کے لیے
حسبِ فرمایش جناب حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی
سنہ ۱۳۳۳ھ
خاکسار حافظ عبد الستار بیگ نے اپنے

تحفۂ ہند پریس واقع دہلی میں طبع کیا

فہرست مضامین ضمیمۂ اردو کلیات نظم حالی

تمت

صحتنامہ ضمیمہ اردو کلیات نظم حالی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١	٥	بسیقدر	کسیقدر	٨٣	١٨	سدائے	صدائے	١٢٦	١٢	بالن دایا	بالڑ دایا
١٢	١٢	یارائے	بارائے	٨٤	٦	صورت بریں	صورت حال بریں	١٢٧	٣	صدوق	صدوق
١٦	نوٹ	سنجری	سنجری	״	١٤	کمانے کہ	کمانے راکہ	״	״	مصیب	مصیب
١٩	١٠	شبیہ	شبیہ	״	١٩	سوافع	سواقع	״	٥	قہقری	قہقرے
٢٠	١	وداع	وداع	٨٦	٠	اور ازار اول	اور انار اول	״	٨	مہابتہ	مہابتہ
٢٥	٤	انتی	اتقی	״	١١	آن راکارنیک	آن کار را نیک	״	١٦	قانثرہ	مانثرہ
٢٦	نوٹ	روئے علیخاں	یوسف علیخاں	٨٨	٥	کہ اقراویک	کہ اقرار دیک	١٢٨	٣	سینقل	سینقل
״	״	مقیم	مقیم	١٠١	٥	لایغیر	لایعبر	״	٥	کمثلی	کمثل
٣٠	١	ازایں	ایں	١٠٦	٧	درکوچہ	جز در کوچہ	״	١٠	قد رکشفت	قد کشفت
״	١٥	کوفت زیں	کوفت زی	١٠٧	٣	دورشیوہ بیانی	دورشیوا بیانی	״	״	اغلقوہ	اغلقوہ
٣٤	١٦	خلق در	خلق را	״	١١	آمدہ وکیسب	آمدہ بہ کسب				
٣٦	١٧	آن سراوج	آں سراوج	״	١٢	لطافت بحرا	لطافت بہرا				
٣٧	٧	سنجاں	سنجاں	١٠٨	١٨	ونوو بیش	ونوو دمشش				
״	١٣	نیست ایں	نیست ایں	١١١	٩	عالیہ	علیہ				
״	١٥	بہرہ برد	بہرہ برد	١١٥	٩	من ہم	ومن ہم				
٤٠	١	سررشتہ	سررشتہ	١١٦	٦	دیدار بوصال	دیدار ابوصال				
٤٣	نوٹ	راقم خود	راقم خود گیا تھا	״	١١	علۃ	علۃ				
٤٦	٨	آہ اثاں	آہ اثاں	״	״	السیم	السّم				
٥٢	١	نکشودہ بانر نگہ	نکشودہ ماندہ نگہ	١٢١	٩	ابق	ابق				
״	٢	رکس بخیدہ و	رکس بخیدہ	״	١٠	فیما بری	فیما بری				
٥٣	٤	استنباط	استنباط	١٢٢	١	ارجو	آرجو				
٥٥	نوٹ ١	١٠٩٥ ہجری	١٨٩٥ء	״	نوٹ ١	مرشیا	ہم اشیا				
٥٩	١٩	مایہ صولت	سایہ صولت	״	١٥	پس اس	پس آس				
״	״	اثراث	اندازند	١٢٣	٤	من بتنات	من بینات				
٦٢	١٩	مستند باللہ	مستنصر باللہ	״	نوٹ ١	برائیاں	برائیاں				
٦٨	١٥	خلفا کے ثلاثہ	خلفائے ثلاثہ	١٢٤	٤	موالات	موالات				
٦٩	١٣	کتاہت	کتابت	١٢٥	١٣	للعز	للعز				
٨١	٢	اور پس از	اوپس از	״	٢٠	الجلاثب	الجلابیب				

ضمیمہ اُردو کلیات نظم حالی

مشتمل بر

نظم و نثر فارسی و عربی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تیرھویں صدی ہجری کے وسط تک ہندوستان کے مسلمان بالطبع فارسی زبان میں نظم و نثر لکھنے اور خط کتابت کرنیکے عادی تھے جس شخص کو ادب سے مناسبت ہوتی تھی۔ وہ اکثر فارسی زبان کی شاعری اور انشاپردازی میں طبع آزمائی کرتا تھا ایسکا سبب کچھ تو اسلاف کے طریقے کی پیروی کا خیال تھا جو عموماً فارسی زبان میں تصنیف تالیف کرتے تھے۔ اور کچھ یہ وجہ تھی کہ اُردو جو اُنکی مادری زبان تھی زیادہ تر بول چال میں اور کسیقدر شعر و سخن میں محدود تھی۔ اور ہر شخص کا یہ کام نہ تھا کہ پہلے ہی پہل شارع عام کے خلاف ہر قسم کی تحریروں میں اُردو زبان کو استعمال کرسکے۔ بڑے بڑے ذی علم اور لائق اصحاب اردو زبان میں خط کتابت کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ چنانچہ اردو زبان کے قواعد[1] تک فارسی ہی میں لکھے گئے۔ اور اردو کے شاعروں کا تذکرہ[2] بھی فارسی ہی میں قلمبند کیا گیا۔

ایک اور وجہ اُردو زبان کا رواج نہ ہونے کی یہ تھی کہ اہل علم اور لائق اشخاص اردو میں تصنیف

---

[1] جیسے میر انشا اللہ خاں کی دریائے لطافت ۱۲ [2] جیسے تذکرہ گلشن بے خار مرتبہ نواب مصطفےٰ خاں مرحوم ۱۲

تالیف یا خط کتابت کرنے کو اپنی کسرِ شان سمجھتے تھے۔ چنانچہ مذہبی اور علمی کتابیں اکثر عربی زبان میں اور کبھی کبھی فارسی میں لکھی جاتی تھیں۔ مگر رفتہ رفتہ زمانہ کے انقلاب سے وہ میلان کم ہونا شروع ہوا۔ اور آخر کار یہانتک نوبت پہنچ گئی کہ دونوں زبانوں میں تصنیف و تالیف کرنا یا نظم و نثر لکھنا موقوف ہی نہیں ہوا بلکہ بمقابلہ اردو زبان کے محض فضول سمجھا جانے لگا۔ عربی علم ادب تو بہت دن پہلے ملک سے رخصت ہو چکا تھا۔ مگر غالب مرحوم اور اُنکے معاصرین کے بعد فارسی شاعری اور انشاپردازی کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

مذکورہ بالا انقلاب سے تقریباً سولہ سترہ برس پہلے راقم کو فارسی نظم و نثر لکھنے کا خیال پیدا ہوا تھا لیکن ایک عرصہ تک وہ خیال میلان طبع کی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ حسن اتفاق سے سنہ ۱۸۶۳ء میں میرا تعلق جناب غفران مآب نواب محمد مصطفیٰ خاں مرحوم و مغفور رئیس دہلی و تعلقہ دار جہانگیر آباد ضلع بلند شہر کی سرکار میں جو کہ فارسی میں حسرتی اور اردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے۔ ہو گیا۔ اور اس تعلق کی وجہ سے تقریباً آٹھ نو برس اُنکی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ جناب ممدوح کا قیام ۱۸۵۷ء کے بعد سے زیادہ تر جہانگیر آباد میں رہنے لگا تھا۔ جہاں مخاطب صحیح کمیاب تھا۔ اسلیئے وہ بھی شعر کیطرف بہت کم متوجہ ہوتے تھے۔ لیکن جب راقم وہاں رہنے لگا تو رفتہ رفتہ جناب ممدوح کا شوق ازسرنو تازہ ہو گیا۔ اگرچہ اُس وقت تک مجکو فارسی یا اُردو میں فکر شعر کرنے کا بہت ہی کم اتفاق ہوا تھا۔ مگر جناب ممدوح کو اودھر متوجہ دیکھکر میرے دلمیں بھی تحریک پیدا ہوئی۔

فارسی یا اُردو کی جس زمین میں وہ غزل لکھتے مجھے بھی اپنے ساتھ شریک فرماتے۔ انہیں دنوں میں تنہائی اور قلتِ مشاغل کے سبب عربی ادب کی ہوس بھی دلمیں چٹکیاں لینے لگی۔ اگرچہ علم ادب کسی اُستاد سے باقاعدہ پڑھنے کا کبھی اتفاق نہوا تھا۔ اور نہ کسی ادیب سے اصلاح لینے کا موقع ملا تھا۔ مگر چونکہ لٹریچر سے فی الجملہ مناسبت تھی۔ کبھی کبھی ڈکشنریوں کی مدد سے ادب کی آسان کتابیں

دیکھنے لگا۔ شدہ شدہ یہانتک نوبت پہنچی کہ عربی نظم و نثر پر خود رو بیتیوں کیطرح ہاتھ ڈالنے کی جرأت ہوئی۔ غرضکہ فارسی اور اردو کے ساتھ عربی نظم و نثر میں بھی جبتاً فحیتاً خامہ فرسائی کرتا رہا۔ آخر وہ زمانہ آپہنچا کہ فارسی اور عربی کے مخاطب صحیح تمام ملک میں نایاب ہوگئے۔ اور دونوں زبانیں ہندوستان کی مردہ زبانوں میں شامل ہونے کے قابل ہوگئیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ مادری زبان کے سوا دوسری زبان میں جو نظم یا نثر لکھی جاتی ہے گو کہ وہ کیسی ہی بے عیب ہو اہل زبان کی نظر میں اُسکی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ الاماشاءاللہ۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اہل وطن کے نزدیک قبولیت کا درجہ حاصل کرلے لیکن جب اہلِ وطن کسی ملکی انقلاب کے سبب اُس غیر زبان سے بیگانہ محض ہو جائیں۔ اور اُسکی جگہ ملک میں دوسری زبان قائم ہو جائے تو رفتہ رفتہ اُسکی شاعری اور انشا پردازی کا چراغ ہمیشہ کے لیئے گل ہو جاتا ہے۔

یہی حال آجکل ہندوستان میں فارسی اور عربی لٹریچر کا ہے۔ دونوں زبانوں کی نظم و نثر کے مسودے جو کبھی کبھی کے لکھے ہوئے پڑے تھے۔ اُنکی نسبت متردد تھا کہ انکو کیا کیا جائے قوم میں کوئی ایسی محفوظ لائبریری نظر نہ آتی تھی جہاں افراد قوم کے ورکس اچھے یا بُرے احتیاط کے ساتھ رکھے جائیں۔ پھر اہل وطن کا ان دونوں زبانوں سے عموماً ناآشنا ہونا اپنے اِس قدیم شعر کا مضمون یاد دلاتا تھا ؎

سخن پہ ہمیں اپنے رونا پڑے گا یہ دفتر کسی دن ڈبونا پڑے گا

لیکن مذکورہ بالا مسودات کچھ تو اس وجہ سے کہ بڑی کاوش سے لکھے گئے تھے اور زیادہ تر اِس خیال سے کہ قومی خصوصیات کی یادگار تھے۔ انکو رائیگاں کھونا گوارا نہوا۔ چنانچہ تمام بیچے جس قدر بہم پہنچ سکے اِدھر اُدھر سے فراہم کیئے گئے۔ اور ذیل کی ترتیب کے ساتھ اِس مجموعے میں جو کلیات نظم اردو کے آخر میں بطور ضمیمے کے ملحق کیا جائے گا۔ داخل کردیئے گئے یعنی اول نظم فارسی۔ اُسکے بعد نثر فارسی

پھر نظم عربی۔ اُسکے بعد نثر عربی +

یہ ضمیمہ اگرچہ کم و بیش فارسی اور عربی دونوں زبانوں کی نظم و نثر پر مشتمل ہے۔ مگر عربی کلام اسقدر قلیل ہے کہ اُسکا عدم اور وجود برابر ہے۔ حق یہ ہے کہ اگر اُسمیں ایک قصیدہ حضرت مولانا و مقتدانا شاہ عبد الغنی النقشبندی المجددی قدس سرہٗ کی شان میں نہوتا۔ جو تقریبًا ۱۲۸۳ھ ہجری میں مدینہ منورہ بھیجا گیا تھا۔ اور جسکی نسبت جناب ممدوح نے بعض اُدبائے مدینہ کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔ تو راقم کو ہرگز یہ جرأت نہوتی کہ اپنا عربی کلام اس ضمیمہ میں داخل کرنے کی مبادرت کرتا +

از مقام
پانی پت

حالیؔ

نظم فارسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزلیات

یہ غزلیں اُسی زمانے کی ہیں جبکہ خیالات میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں ہوا تھا۔ جس قسم کے مضامین غزلوں میں اوپر سے بندھتے چلے آتے تھے۔ اُسی روش پر چند غزلیں لکھی گئی تھیں۔ جنکو معدودے چند کے سوا میں اپنے موجودہ خیالات کے موافق پبلک میں پیش کرنیکے لائق نہیں سمجھتا تھا لیکن بعض احباب کے اصرار سے اُنکو اس مجموعہ میں شامل کرنے پر مجبور ہوا۔

اے تکیہ بعفو تو خطا را　　وے ناز بلطف تو رجا را
حاجت کند از طرب فراموش　　خوانی چو بسوئے خود گدا را
جا در دل خویش ہم نیابد　　رانی ز درت چو پادشا را
علت تو بری و باز بندی　　بر صنعت دیگراں شفا را
تاثیر ز تست مصلحت را　　بد نام نمودۂ دوا را
بازار صبا نمودۂ گرم　　برہم زدہ طرۂ دوتا را
با مشعلۂ ہزار اُمید　　پوشیدہ سُراغ مدعا را
در روشنیٔ ہزار خورشید　　گم ساختہ چشمۂ بقا را

برستے ز اُفق بروں جہاندہ | بر پا زدہ در رہش گیا را
زہرے بگلوئے جاں فشاندہ | لب تشنۂ خویش کردہ مارا
در بُردنِ صبر دادہ دستے | ق | اندازِ بُتانِ دلرُبا را
از غیر گسستہ اندک اندک | دلہائے بالُفت آشنا را
ہر یک ز قیاس و علم و ادراک | ق | از نورِ تو شد حجاب مارا
ایں پردہ کہ مُتّہم بکشف است | بردار ز روئے عالم آرا
از آئینہ ام بجز مثالت | ہم زنگ زداؤ ہم جلا را
زخمے ز تو بے نمک نخواہم | ہم درد فرست و ہم دوا را
رازِ تو بلب نمی پسندم | ہم ساز بسوز و ہم نوا را
از سختیٔ دھر رو نتابم | دانم کرمِ ستم نما را
از شعلۂ دل بجاں خبر کن | مُہمل مگذار کیمیا را
زشتیم ز فرق تا قدم زشت | مارا و دو چشمِ ما مَبیں را
کردیم گناہ و فاش گفتیم | بپذیر گناہ بے ریا را
حرفِ طلبت بلب نہ زیبد | انداختیم از میاں دعا را
تا بر کرمِ تو تکیہ دارم | در راہ فگندہ ام عصا را
حالی! چہ زنی تو دم ز توحید | چوں نا بلدی رہِ خدا را
جائے کہ بعجز اعتراف است | خیلِ عُرفا و انبیا را
آنجا چہ مجال نطق باشد | ہر یافہ سرائے ژاژ خارا
اینجا بجز خامشی نہ زیبد | نامحرمِ سرِ کبریا را

از بامِ بلند بہ کہ داری معذور کمندِ نارسا را

چوں نہد گوش بر ترانۂ ما رود از یاد ما فسانۂ ما

درد میبارد از ترانۂ ما حذر از گرمیٔ زبانۂ ما

درد لہا شنیدۂ بسیار اندکے گوش کن ترانۂ ما

بایدت قدرِ خویشتن دانست پائے بیروں منہ ز خانۂ ما

در سراب آبِ خضر میجوئی اے وفا جستہ در زمانۂ ما

گوہرے کز دو کون بیرون است میتواں یافت در خزانۂ ما

زیرِ لب ناکشودہ طومار یست کاش پرسی ز ما فسانۂ ما

برق کز طور رواشتند دریغ سر برآورد ز آشیانۂ ما

قدرِ حالی ز قوم کس نشناخت عاقبت رفت از میانۂ ما

خاکساری از جہانے دیگر است ایں[1] زمیں را آسمانے دیگر است

شیخ معبود تو نہ معبودِ من است سجدہ ام بر آستانے دیگر است

با ہزاراں رنگ باید ساختن یار را۔ ہر لحظہ شانے دیگر است

اہلِ دیں معذور دارندم کہ من آنچہ گویم از زبانے دیگر است

ہم تغافل ہم تطاول دیدہ ام عشق مردِ امتحانے دیگر است

دل کہ بود از چشم مورے تنگ تر چوں نظر کردم جہانے دیگر است

---

[1] یہ مصرعہ نادانستہ نشاط کے مصرع سے لگیا ہے ۱۲

برنتابد دل مدارائے کسے — در سرش مہمانے دیگر است
بردہ طیب سنبل زلفش ز یاد — ایں نسیم از بوستانے دیگر است
منتہائے راہِ عشق افتادگی است — منزل یاراں نشانے دیگر است
قیس و وامق مرد راہِ من نیند — اندریں رہ کاروانے دیگر است
من ز رویش حسنِ معنی دیدہ ام — آنچہ دل بردہ است آنے دیگر است
کار حالی نیست کارِ احمد[1] است — درس عشقت را بیانے دیگر است

یار با تست گرت جذبۂ گیرائے ہست — یوسف آخر رود آنجا کہ زلیخائے ہست
مے پسندی کہ ز بزمِ تو خجل برخیزیم — بہ سخن گر نتواں آمدن ایمائے ہست
گو ملامت گرِ با دل نہ بکوہش مخراش — یوسفے ہست گرت تابِ تماشائے ہست
گردشِ چرخ بکامم و جہاں منتظم — در دلِ ماست ہنوز ار کہ تمنائے ہست
چوں من غمزدہ ناکام ہمے باید زیست — ہر کرا در شبِ راحت غمِ فردائے ہست
جائے دہ بر درِ خود ور تو برانی اندیش — نتواں یافت کہ در کون و مکاں جائے ہست
بخشش با خوشی و لطف و مدارات یکیست — خستہ را کہ چو من کار بخود رائے ہست
بر حذر باش گر او با سخن مے آری — حالیِ تفتہ درون را دمِ گیرائے ہست

غمش تا جاں بود با جاں ضرور است — وگر خود جاں نباشد آں ضرور است

---

[1] ایں مصرع از حضرت احمد جام است قدس سرہ کہ در مطلع غزل خود میفرمایند:

درس عشقت را بیانے دیگر است — مرد ایں رہ را نشانے دیگر است

ز تکلیفِ تو دانستم که در عشق نباشد آنچه در امکاں ضرورست
چو بینم خواجه نافرماں نوازست سرم پیچیدن از فرماں ضرورست
بطبعم سازگار افتاد دردش مرا پرہیز از درماں ضرورست
ز عاشق دوست دارد بینوائی گذشتن از سر و ساماں ضرورست
کشد چوں تیغ بر سر جاں برفشاں سپاسے در خورِ احساں ضرورست
کمندِ جذبهٔ دل در کمین است خلاصِ یوسف از زنداں ضرورست
بفرمانش دہم سر تا بدانند که پاسِ خاطرِ یاراں ضرورست
چو پیر رفت از جہاں شگفت حالی قبولِ عشق را حرماں ضرورست

من و از مے دوستے پیمانہ و یار و لبِ کشت نہ ز دوزخ بدلم بیم و نہ پروائے بہشت
ترسم این حُسنِ قبولت برد از راهِ صفا خواجہ وقت ست که از کعبه روی سوئے کنشت
پرده گر برفتد از نقش حسن و نت بینی ہمه پاکیزه نهاد و ہمه پاکیزه سرشت
گر بگیرد ہمه عیب است، چه عیب و چه ہنر ور پذیرد ہمه زیباست چه زیبا و چه زشت
عمرہا از تو بناکام ہمی باید زیست وائے آنکس که ز کف دین امید نهشت
ترسم از کعبه بری حسرت دیدار بکویش اے فرو مانده به نظّارهٔ سنگ و گل و خشت
ہر رقم را نبود حُسنِ قبول ارزانی ورنه حافظ چه نوشت ست که حالی ننوشت

صید عنقاست پریدیم عبث راه دور ست دویدیم عبث
بود زہرے به شکر آلوده لذتِ وصل چشیدیم عبث

جذبہ آمد و بر منزل بُرد — راہ یکچند بُریدیم عبث
گوش و لب محرمیِ راز نداشت — ہرچہ گفتند و شنیدیم عبث
بود در ظرفِ مغاں آبِ بقا — منتِ خضر کشیدیم عبث
دل ہماں بتکدہ پندار ست — جائے در کعبہ گزیدیم عبث
جذبِ دل داشت زمامش در کف — از پئے ناقہ دویدیم عبث
عشق از خویش بُریدن میخواست — حالی از خلق بُریدیم عبث

روزِ محشر کہ ز ہر شیخ و برہمن پرسند — سرِ ہم قصۂ شوقِ تو چرا از من پرسند
دل رُبایند و بما صبر و شکیب آموزند — جاں ستانند و ز ما باعثِ شیون پرسند
بگذر از وسوسۂ عقل کہ اربابِ طلب — راہ از غولِ رہ و چارہ ز رہزن پرسند
پارۂ بے خبری نطق مرا در کار ست — مے بیارند و ز من نکتۂ ہر فن پرسند
روئے از فرع بہ اصل آر کہ اربابِ طلب — گل ببینند و سراغِ رہِ گلشن پرسند
بندہ را نیست مجالِ سخن آنجا حالی — ورنہ افسانہ دراز ست گر از من پرسند

بیا کہ جان و دل از غم کرانہ میخواہند — ز رشکِ خار بچشمِ زمانہ میخواہند
ز جورہائے تو در سینہ نیست گردِ ملال — بصلح با تو سخن درمیانہ میخواہند
خوش ست آشتی اما پس از شکایتہا — کہ دوستاں گلۂ دوستانہ میخواہند
ادب بحرفِ طلب بستہ است کام و زباں — وگرنہ از تو حریفاں چہا نہ میخواہند
بہ گلشنے کہ منم طائراں آزادند — بروں ز کون و مکاں آشیانہ میخواہند

شدیم شہرۂ عالم بعشق و بیدرداں　　ہنوز از غم پنہاں نشانہ میخواہند
تن فتادہ دراں رہگذار مے طلبند　　سر بریدہ بر آں آستانہ میخواہند
رسید نظم بہ پایان و گوشہا باز است　　نشید حالی جادو ترانہ میخواہند

بے سبب رنجی و گوئی گلہ زیبا نبود　　طاقت جور تو در حوصلۂ ما نبود
سعی اگر نیست بجا ذوق طلب خود چہ کم است　　رہرو آں بہ کہ ز رفتار شکیبا نبود
مرد صبریم و رضا لیک بہنگام وداع　　بازوئے ہمت ما نیز توانا نبود
لطف طاعت چہ بود نیست اگر ذوق نظر　　نہ پرستیم صنمے را کہ خود آرا نبود
مے درد رشک عدو پردۂ طاقت ورنہ　　غم عشق تو چنیں حوصلہ فرسا نبود
مجلس وعظ و ملامت گہ ما غمزدگاں　　کم نشینیم بہ بزمے کہ مدارا نبود
ہمرہ غیر مبادا کہ بخیالم گذری　　جز تو در سینہ ام از تنگی دل جا نبود
قدر استادی من بر در خود سنج کہ من　　باز گردم در فردوس اگر وا نبود
فتنۂ حشر بپا گشت ز حالی بجہاں　　کایں ہم از شعبدۂ آں قد رعنا نبود

برقع برخ افگندہ و ہر سو نگرانند　　فریاد کہ ایں پردگیاں پردہ درانند
از زلف و رخ آشوب دل بوالہوسانند　　وز ناز و ادا فتنۂ صاحب نظرانند
جاں داروے عشاق و بکام دل اغیار　　عمر ابد ما و نصیب دگرانند
صد حرف غلط گفتہ بخاطر نشانند　　صد تیر خطا کردہ ز دل در گذرانند
سازند و بسوزند و گرایند و ربایند　　زنہار ازیں قوم کہ پر فتنہ گرانند

از چشم جہاں بیں چہ زیاں اہل نظر را　　ہر سو کہ ببینند بسوئے نگرانند
آشفتگی نغمۂ مستاں نہ ز بہر ہوش است　　معذور تواں داشت کہ آشفتہ سرانند
حد نظر آنست کہ در پیش نتواں دید　　پیداست کہ ایں مدعیاں بے بصرانند
امید کہ از راز خبر داشتہ باشند　　دیوانہ و لا کسے کہ ز خود بے خبرانند
حالی تو بہر حرف و صد نکتہ نہفت است　　سنجندہ دریں بزم اگر نکتہ ورانند

عالم ہمہ در بند تمنائے تو باشد　　گر صوفی و گر زند کہ شیدائے تو باشد
آتش زن صد خرمن و ویراں کن صد کشت　　برقے ست کہ در نرگس شہلائے تو باشد
آں سادہ کہ در عہد تو خرسند بہ ہیچ است　　دل باختۂ لطف مدارائے تو باشد
خرسند نہ سازی و غمگیں نپسندی　　ناکام کسے کش سر سودائے تو باشد
نومید مکن ورنہ محال است کہ کس را　　یارائے غم حوصلہ فرسائے تو باشد
یارائے صوابت چہ کنم رائے جہاں را　　اے رائے جہاں دیگر و رائے تو باشد
تاب تپ صد شعلہ و بیتابی صد برق　　ریزند دراں دل کہ تمنائے تو باشد
بر مرگ نہم دل کہ علاج دل بیمار　　شرط است کہ از لعل دل آسائے تو باشد
آنکس کہ بلرزد تنش از مژدۂ دیدار　　دانم کہ نہ مرد تماشائے تو باشد
با حالی بیچارہ تواں ساخت کہ مسکیں　　ہم بندہ و ہم عاشق شیدائے تو باشد

ہر دم از عشق خدنگے بہ نشاں مے آید　　اندک اندک دلم از غصہ بجاں مے آید
جاں گدازند بلطف و بغضب شاد کنند　　ہر چہ خواہید ازیں عشوہ گراں مے آید

بعد ازیں راز بصد پردہ نہاں نتواں داشت
عشق مے آید و با طبل و نشاں مے آید

در بہاراں بہ تماشائے گل از جا نروی
تا نفس راست کنی فصل خزاں مے آید

سوئے من آمدہ مشتاق و ز طرز نگہش
مے تراود کہ بسوئے دگراں مے آید

دوش چیزے ز سخن ہائے محبت نگذشت
بجز آں حرف کہ از دل بزباں مے آید

عجب از خود کنم و سوئے فلک مے بینم
چوں خدنگ تو بسویم ز کماں مے آید

چوں نہ محرم اسرار ہماں در دل ماست
بر زباں ہرچہ ز اسرار نہاں مے آید

یار چوں نیست موافق چہ وداع و چہ وصال
مے رود ناخوش و ناخوشتر ازاں مے آید

حالی زار گرفتم کہ وفادار کسے است
زہ دہی کہ ز دست تو بجاں مے آید

شوقے بدوست راہنما داشتم چہ شد
دردے بہ از ہزار دوا داشتم چہ شد

عمریست دل بہ بند پیام وصال نیست
چشمے برہگذار صبا داشتم چہ شد

در دست جام بادہ و در دل ہوائے دوست
وقتے چو اہل دل بصفا داشتم چہ شد

افتادہ زیر سایۂ دیوار حسرتم
بر فرق خویش ظل ہما داشتم چہ شد

سود و زیان خویش نہ بردے مراز جا
پنہاں بہ او معاملہا داشتم چہ شد

یادم کنوں نماندہ کہ پیماں چہ بودہ است
در سینہ خار خار وفا داشتم چہ شد

کارم ز سعی خضر بجائے نمے رسد
در ظرف خویش آب بقا داشتم چہ شد

آوارگی بہ برد ہوائے وطن زیاد
زیں پیش روئے خود بقفا داشتم چہ شد

حالی خوش آنکہ بود ھل تکیہ بر وفا
ذوقے بدل ز جور و جفا داشتم چہ شد

لب بہرہ ز رازِ ما ندارد	خود زمزمہ سازِ ما ندارد
ہر جا صنمے ست معبدِ ماست	یک قبلہ نمازِ ما ندارد
بر نالہ ما دلش نہ سوزد	آنکس کہ گدازِ ما ندارد
آں گوش کہ پُر ز حرف و صوت است	گنجائیِ رازِ ما ندارد
کارم بہ کسے فتادہ کز ناز	پروائے نیازِ ما ندارد
گر ہر دو جہاں فراہم آرند	اندازۂ آزِ ما ندارد
حالی گلۂ جفائے دوراں	صوتے ست کہ سازِ ما ندارد

دلے خواہم کہ چوں پروانہ سوزد	فتد در آتش و مردانہ سوزد
زید آوارہ و میرد بناکام	دل از رشکم بر آں دیوانہ سوزد
تبہ کرد ست جورِ آشنایم	بحالِ من دلِ بیگانہ سوزد
بکنجِ خانہ شمعے برفروزم	کہ چوں در گیرد اوّل خانہ سوزد
دلے را کش بدوزخ سوخت نتواں	فروغے از رُخِ جانانہ سوزد
فروغ از من کسے جز من نگیرد	من آں شمعم کہ در ویرانہ سوزد
گر از من بشنوی روداد حالی	بچشمت خواب زیں افسانہ سوزد

غزل ناتمام

در گلستاں بلبل و در انجمن پروانہ ام	من بہر جا محوِ نیرنگِ رُخِ جانانہ ام
محرمیت نیست دل را با ہزاراں قرب دوست	یار گرمِ آشنائی ہا و من بیگانہ ام
خضرِ راہِ منزلِ مقصود جُز توفیق نیست	ز این و آں پرسم نشانِ او مگر دیوانہ ام

عشق اگر کیش ست ملت تا کہن خواہد شدن　　منبرے ہر گوشہ از دار و رسن خواہد شدن

گر عنانِ بادِ مصر اندر کفِ جذبِ دل است　　رنگ یوسف جملہ بوئے پیرہن خواہد شدن

عمر باشد تشنۂ آبِ دمِ شمشیرِ تست　　تیغ برکش ورنہ جاں بیروں زتن خواہد شدن

میدمد گل ہر کجا پائے نگاریں مے نہی　　جادہ چوں از سیر باز آئی چمن خواہد شدن

شکوہ گر بر لب نیاید عاقبت کیں مے شود　　زخم را درماں نباشد چوں کہن خواہد شدن

صید تا افگندہ محوِ دست و بازوئے خود است　　ایں جواں روزے شکارِ خویشتن خواہد شدن

زینکہ شد ہمخوابۂ خسرو نیرزد نیم جو　　گرمیِ بازارِ شیریں کوہکن خواہد شدن

در غریبی طرحِ الفت افگنم با ہر کسے　　در دلِ گبر و مسلمانم وطن خواہد شدن

یار در گو چیست من خاموش و جاں بیتاب گر　　جذب در دل نیست کار از دستِ من خواہد شدن

دوست پر تمکین و حالی از ادب بسیار دور　　دیر با او ہمنشین و ہم سخن خواہد شدن

غزل ناتمام

اے نورِ صفائے دل پنہاں شدہ ہر پیدا　　اے شب تو بہ پایاں رس اے مہر درخشاں شو

گر بازوئے ہمت ہست دستے بگریباں زن　　ور پائے ارادت ہست لختے بہ بیاباں شو

تنہائی و رنجوری و انگہ غمِ مہجوری　　اے مشکلِ من بگشا اے مردنم آساں شو

شوخے ست کہ نگذارد بر ملتِ خود کس را　　اے شیخ ز دیں برگرد اے گبر مسلماں شو

ساقی بہ قدح بخشی گو توبۂ ما بشکن　　مطرب بنوا سنجی گو رہزنِ ایماں شو

ہم بادہ و ہم بادہ خور ہم بوسہ پیاپے دہ　　بے پردہ تر از گل آئے چوں بوئے گل اندان شو

اے پرتو نقاب از تست خود جلوہ حجاب از تست　　از خود بخدا پیوند وز خویش برآں شو

حالی بہ سخن خواہی رفتن زپئے غالب　　دولت بغلط نبود از سعی پشیماں شو

نگردد از تو ہرگز سیر چشم تماشائی　　اگر[له] بر دیدہ بنشینی وگر در دل فرود آئی

نگنجد با تو این ہنگامہ ہا در شان یکتائی　　تو چندین عالمے با خویشتن داری و تنہائی

ترا شایاں بود خوبی کہ ہم مہری و محبوبی　　ترا زیبد دل آرائی کہ ہم خوبی و زیبائی

تو چشم و گوش بگشائی و شد بہر تو ارزانی　　بگلشن چہرہ آرائی بہ بلبل نغمہ پیرائی

نہ در بزم مغاں راہست نہ در کوی گذر گاہست　　تو اندر بند مستوری چہ دانی ذوق رسوائی

سر راہ خدا داری و دل سوئے قفا داری　　تو زانساں بیخبری از رہ کہ پنداری نمی آئی

گواہ بیگناہی ہائے خود دارد جہانے را　　تو دست خود بخون حالی مسکیں نیالائی

تخمیس غزل نعتیہ جناب مرزا غالب مرحوم کہ در حیات ایشاں نوشتہ شدہ بود

اعجاز از خواص لسان محمدؐ است　　عین الحیٰوۃ گم بدہان محمدؐ است

گر نور و گر ہدٰے کہ از آن محمدؐ است　　حق جلوہ گر ز طرز بیان محمدؐ است

آرے کلام حق بزبان محمدؐ است

ای خامہ وصف قامت معشوق کم نگار　　اے دل سخن ز رفعت قد از میان بیار

قمری ز ذکر سرو نفس را نگاہدار　　واعظ حدیث سایۂ طوبیٰ فرو گزار

کاینجا سخن ز سرو روان محمدؐ است

شاہد بقتل عاشق و عاشق بجان خود　　مجنوں بپائے لیلیٰ و لیلیٰ بفرق خود

له یہ مصرعہ حضرت میر حسن سنجری رح کی غزل سے لیا گیا ہے جسکا پہلا مصرعہ یہ ہے ع "تو نور لعینی ای مہ رو تو جان جانی ای جاناں"

مومن بآلِ احمد و آلش بروحِ جسد
ہر کس قسم بدانچہ عزیزست میخورد
سوگندِ کردگار بجانِ محمدست

آنجا کہ از مناقبِ عترت سخن رود
وزآل و از صحابۂ وے ہست سخن رود
واں کآنہمہ ز ختمِ رسالت سخن رود
ور خود ز نقشِ مہرِ نبوت سخن رود
آں نیز نامور ز نشانِ محمدؐ است

حکمش بمہر و ماہ روان است چوں قضا
دیدی کہ بازگشتنِ خورشید بر قفا
بودہ است بر اشارۂ ابروئے مصطفےٰ
بنگر دو نیمہ گشتنِ ماہِ تمام را
کاں نیمہ جنبشے ز بنانِ محمدؐ است

دانی ز پیشِ چشمِ تو برخیزد ار حجاب
کز نورِ شمع پردۂ فانوس راست تاب
باشد ظہورِ روشنیِ عارض از نقاب
آئینہ دار پرتوِ مہرست ماہتاب
شانِ حق آشکار ز شانِ محمدؐ است

بینی اگر بدیدۂ ادراک وارسی
گوئی اگر بعالمِ اوراک وارسی
سنجی اگر بمرتبۂ خاک وارسی
دانی اگر بمعنیِ لولاک وارسی
خود ہر چہ از حق است از آنِ محمدؐ است

لطفِ خداست گر بسرِ کس نہاد دست
قہرِ خداست چوں بسرِ کیں تکلّہ جست
واندکسے کہ شد ز مے مادیت مست
تیرِ قضا ہر آئینہ در ترکشِ حق است
اما کشادِ آں ز کمانِ محمدؐ است

ہمت بمدحِ شہ من حالی گماشتیم
گفتیم و از نگاشتنی ہا نگاشتیم
چوں کام و لب فراخورِ وصفش نداشتیم
غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

رباعیات

توحید

دل دادۂ شوقت چہ ولی و چہ نبیؐ سودا زدۂ ات ہم عجمی ہم عربی
دل از تو تسلی نتواں کرد بہ ہیچ اے خوشتر از آب سرد در تشنہ لبی

ایضاً

یارب کرمے کہ شرمسار آمدہ ایم سرمایۂ ناکسی بہ بار آمدہ ایم
شایستۂ دوزخیم و جویائے بہشت دریاب کہ پُر امیدوار آمدہ ایم

اخلاق

سر بر مفراز خاکِ پائے ہمہ باش دلہا مخراش و بر رضائے ہمہ باش
با خلق نیا میختن از خامی تست ترکِ ہمہ گیر و آشنائے ہمہ باش

دیگر

سر نہ بدرے و خاکِ پائے ہمہ باش دل دِہ بہ یکے و دلربائے ہمہ باش
خواہی شوی آشنائے بیگانہ نما بیگانہ آشنا نمائے ہمہ باش

دیگر

اے آنکہ ز حلۂ صداقت عوری بنشیں بَرِ یا بانشیں مجھوری
کس از دلِ دشمنانِ خود دور مباد چند آنکہ تو از خاطرِ یاراں دوری

دیگر

اے ہیچ بہ ہیچ خود نمائی تا چند
خود بینی و خویشتن ستائی تا چند

چوں میدانی کہ جز کفِ خاک نۂ
پس ایں ہمہ دعویِ خدائی تا چند

دیگر

از شعر و سخن گوشِ جہاں کر بادا
ویں مشغلۂ بیہدہ کمتر بادا

بہر کہ دعائے بد کنم مے گویم
یارب کہ گراں مایہ سخنور بادا

دیگر

چندے بہوائے گلعذاراں بگذشت
لختے در بندِ روزگاراں بگذشت

بر نامدہ کامِ دل شباب آخر شد
نشگفتہ گلے و نو بہاراں بگذشت

عزا

عباس علی و اکبر آں غیرتِ ماہ
بودند شبیہہ احمد و شیر الہ

در نوحہ ایں ہر دو جواں بر لبِ شاہ
گہ وا ابتاہ بود گہ واجداہ

در شکریہ مہمان نوازی قاضی محمد خلیل صاحب بیلوی کہ در زمانہ قحط در بریلی گفتہ شد

ہر چند ز تیغ قحط خلقے ست قتیل
از بسکہ فلک بہ خاکیاں گشتہ بخیل

اما چہ غم از قحط کسے را کہ مدام
الوانِ نعم مے رسد از خوانِ خلیل

در شکرِ لطف و عنایت سید کرامت علی مرحوم صفا تخلص هنگامِ وداع از پٹیالہ

حالی نشود محو ز لوحِ دلِ ما — لطفیکہ دمِ وداع فرمود صفا
گر قدر مسافراں بہ غربت این است — صد رہ بسفر میرو و صد بار بیا

در تاویلِ جراحت مولانا شبلی مدظلہ

شبلی کہ گزند پاش پر دل شکن ست — با خستگیش خجستگی مقترن است
چندانکہ بکاہد فزاید اینجا — کاراستن چمن ز پیراستن است

در تاسف بر وفات یکے از فرزندان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر مدار المہام سرکار عالی متخلص بہ شاد

چرخ از پسِ داغ بر دلش داغ نہاد — او جز بسپاس ایزدی لب نکشاد
الحق کہ بغصہ شاد و خنداں بودن — زیں گونہ ندیدیم جز از حضرت شاد

رباعیات در شکریہ شیرینی مرسلہ مولوی عبد العلی خاں والہ پروفیسر نظام کالج در حیدر آباد

دینم اخلاص و دوستداری آئیں — من بندہ دوستان اخلاص گزیں
شیرینیکہ یار شیریں بخشد — بروے بتواں فشاند جان شیریں

دیگر

والہ کہ بہر دمی فرستد آمد شکر — از مہر وطن کرد دل حالی سیر
ہر سیرت نیک را تواں یافت بدل — جز سیرت والہ کہ مرا والہ کرد

دیگر

بُرد از دلِ من صبر و دل از پہلوئے من	افسونِ وفا و کرمِ اہلِ دکن

زینساں دل و صبر اگر بغارت ببرند	مشکل کہ رسیم باغریباں بوطن

در شانِ نواب ضیاء الدین احمد خاں مرحوم دہلوی متخلص بہ نیّر در فارسی و رخشاں در اردو

عمریست کہ دہلی جسدِ بیجان است	وز قحطِ رجال سر بسر ویران است

الحمد کہ شکر کوکبِ سخنش	روشن ز فروغِ نیّر رخشان است

خطاب بحضرتِ ممتاز[۱] مرحوم

اے ہیچ تو ضحکۂ جہاں کردہ مرا	لطفِ تو خجل از این و آں کردہ مرا

حُسنِ ظنِ تو کہ کردی اندر حقِ من	زابنائے زمانہ بدگماں کردہ مرا

ایضاً

ممتاز آں آشنائے بیگانہ نما	کز ہر سخنش ہمی چکد صدق و صفا

نادیدہ بجاں شوقِ لقایش دارم	گر دست دہد جاں برمش روئے نما

ایضاً

اے پارسی و ریختہ ات ذوق انگیز	وے نظمِ تو چوں نثرِ ہمہ الفت خیز

در پردہ سخن گفتی و رخ ننمودی	بازارِ خود و آتشِ ما کردی تیز

۱؎ قاضی ممتاز حسین صاحب مرحوم متخلص بہ ممتاز وکیل رئیس پیلی بھیت تھے اور رہیل کھنڈ میں فارسی نظم و نثر کے نامور استاد تھے انہوں نے قدردانی کی راہ سے چند رباعیاں میری نسبت تحریر فرما کر بھیجی تھیں اُنکے جواب میں یہ تین رباعیاں میں نے بھی لکھی تھیں ۱۲ حالی

قصائد و قطعات وغیرہ

قصیدہ۔ در مدح جناب غفران مآب حاجی الحرمین الشریفین نواب محمد کلب علیخاں مرحوم رئیس مصطفےٰ آباد۔ رام پور

اِس قصیدے کی تمہید اُس وقت لکھی گئی تھی جب کہ شاعرانہ خیالات میں پہلے ہی پہل انقلاب پیدا ہوا تھا۔ اور مبالغہ سے نفرت ہونے لگی تھی۔ اُنہیں دنوں میں پہلا دربار قیصری منعقد ہونے والا تھا جو ۱۸۷۷ء میں بمقام دہلی وقوع میں آیا۔ جی میں آیا کہ اس تمہید کے بعد کسی ایسے قصیدے کی بنیاد ڈالی جائے جس میں بقدرِ امکان مبالغہ سے احتراز کیا جائے۔ چونکہ حضور نواب صاحب ممدوح سے فی الجملہ تعارف تھا۔ اور اُنھوں نے سرسید کی امداد میں سب سے پہلے سبقت کی تھی۔ اور دربار میں اُنکے شریک ہونے کی قوی اُمید تھی اسلیئے اُنہیں کو اس قصیدے کا ممدوح قرار دیا گیا۔ اگرچہ وہ علالت کی وجہ سے شریک دربار نہ ہوسکے۔ اور قصیدہ اُن کی خدمت میں بوجہ دلخواہ پیش نہ ہوسکا۔

سحرگہ پردہ بگرفتند چوں از زشت و از زیبا — بدل گفتم کہ ایں نعمت آمد برتر از نعما
بگفتا نعمتے در قدر از ہم بیش و کم نبود — ز ساقی عین رحمت داں اگر جرعہ و گر مینا
ولے فرماندہِ بیدار دل زیں اصل مستثنیٰ است — کہ چوں او نعمتے نتواں نشاں داد از پۓ دنیا
صلاحِ عالمے بارائے او وابستگی دارد — جہاں را چوں چمن میداں و او را چوں چمن پیرا
رعیت را چناں دارد کہ دارد گلہ را چوپاں — غمِ دلہا خورد ز انسانکہ بازرگاں غمِ کالا
بروز از دادِ مظلوماں زمانے بر نیاساید — بہ شب چوں پاسباں بیدار باشد بر درِ دلہا

یتیماں را پدروار اشک ہا از رخ فرو شوید — غریباں را چو غمخواراں برآرد خارہا از پا
اگر بیوہ زنے نالد ز دست ناخدا ترسے — بہ داد او رسد زاں پیش کآید بر لبش آوا
گدایاں را دہد بخشے کہ دلہا را غنی سازد — ضعیفاں را دہد زورے کہ پیراں را کند برنا
گہے برہم زند یک شہر بر فریاد مظلومے — گہے یک جاں ستاند تا اماں بخشد جہانے را
مظالم را براندازد جہاں از فتنہ پردازد — عدالت را برافرازد ستم را افگند از پا
ضعیفاں را تواں بخشد مظلوماں اماں بخشد — بہ محتاجاں چناں بخشد کہ حاجت را نماند جا
گمارد چوں باصلاح مفاسد ہمت خود را — کند اصلاح آں چندانکہ سازد زشت را زیبا
فروزد شمع دیں زانساں کہ ظلمت از جہاں خیزد — ہنر را پرورد چندانکہ گردد عیب ناپیدا
بصحبت برگزیند بخردانِ مصلحت جو را — کہ پشتیبانِ ملک و دولت آمد صحبت دانا
شریعت را و امر و نہی دارد تکیہ گاہ خود — کہ چوں باشد عصا در دست ہرگز نلغزد پا
نسازد تکیہ در بیچارگی جز بر توانائے — کہ ابکم را بہ بخشد نطق و اعمی را کند بینا
نباشد غرۂ در سرپنجگی بر زور بازوئے — کہ گہ گہ تن بعجز اندر دہد از پشہ تنہا
گر امروزش ہمہ سامان عیش و خرمی بخشند — نسازد با دلش از تلخیٔ اندیشۂ فردا
جہاں را پر کند از عدل و از طغیاں تہی سازد — ہمہ مقصود او ایں باشد از دنیا و ما فیہا
اگر از جائے خود جنبد زند صد فتنہ را برہم — وگر خاموش بنشیند کند صد عقدہ از ہم وا
اگر لطف آورد آید بکامِ خلق شیریں تر — از آں انفاس جاں پرور کہ کردے مردہ را احیا
وگر خشم آورد با مصلحت نزدیک تر باشد — از آں لطفے کہ شوید گرد کیں از خاطر اعدا
صلاح ہر یکے جوید چہ در پیدا چہ در پنہاں — بود در بند احسانش اگر ناداں وگر دانا
بصورت ملتفت اما نہ بندد جز بمعنی دل — بہ دنیا مشتغل اما نباشد فارغ از عقبیٰ

بود تا در دیارِ خویش سر بر پا فشانندش
دگر افتد بملکِ غیر در چشمان نہندش جا

اگر خواہی جہاندارے چنیں بیدار دل بینی
بیا در خیمہ گاہِ دیں پناہِ خسروِ والا

دریں جشنِ شہنشاہی کہ گوئی حشر اعیان ست
زملّے چشمِ دل بکشا و بنگر عینِ اعیان را

سحابِ مکرمت کلبِ علیخان آنکہ در عہدش
گدا از شاہ و مفلس از توانگر دارد استغنا

نیابی ہیچکس کش بار گردن نیست احسانش
چہ دولتمند مستغنی چہ عزلت گیرِ بے پروا

نہ تنہا صیتِ احسانش بہند افتاد و قطاعش
کہ شد آوازۂ جودش بلند از یثرب و بطحا

گر از لب بند بکشاید دمد بر گوش ہا افسوں
ور از رخ پردہ بردارد نظر ہا را کند شیدا

رخے روشن تر از مہر و سرے بالاتر از گردوں
کفے ریزندہ چوں ابر و دلے جوشندہ چوں دریا

جبیں انوار را مسکن ضمیر اسرار را مخزن
بروں زیبا دروں روشن زہے صورت زہے معنیٰ

ق

خوشا وقتِ سخن سنجے کہ چوں بامدح پردازد
نگہدارد عنانِ خامہ را از جادۂ اطرا

کہ نبود ہیچ بیتے سادہ ہرگز کارگر در دل
اگر صد بیتِ رنگیں در ستایش کس کند انشا

دو صد اغراق با یک قولِ صادق بر نمی آید
فانّ الحق یعلو کلّ بہتانٍ ولا یُعلیٰ

بحمد اللہ کہ من مداحِ آں سر چشمۂ فضلم
کہ در فضل و کمالش ہرچہ گویم باشدش زیبا

بہر فن پایہ اش والا بہر علمش ید طولیٰ
بہر رمزے دلش دانا بہر صیدے کفش گیرا

بہر منزل گہش راہے بہر کویش گذر گاہے
بہر جایش علم برپا بہر راہش قدم پویا

بجائے کز ہنرمنداں کسے را در شمار آرند
ہنر نالد کہ مَن لی غیرۃ فی الدین و الدنیا

بوقتے کز جواں مرداں عزیزے در حساب آید
کرم گوید کہ ما لی دونہ منجیً ولا ماویٰ

بہر بزمے کز سخن سنجاں حدیثے درمیاں افتد
سخن برخویشتن بالد کہ ما از شاہ و شاہ از ما

سخن را برتری دادہ عبارت را تری دادہ — ادا را دلبری دادہ زہے منشی زہے انشا
معانی با نزاکت چوں ادا با حسن ہم پیماں — مبانی با عذوبت چوں صفا با دوستی ہمپا
رباعی شیوہ دارد کہ نتواں دید در جادو — غزل کیفیتے دارد کہ نتواں یافت در صہبا
رباعی بشنوی از برقِ خاطف در گماں افتی — غزل بینی زنی بر سنگ جامِ بادۂ حمرا
جزالت با قصائد تواماں چوں اوج با کیواں — شگرفی با قوافی ہمعناں چوں موج با دریا
عروجِ پایگاہِ مصطفےٰ آباد را نازم — کہ دارد ایں چنیں فرمانروائے مملکت پیرا

ق

تو اے کز وصف شیراز و صفاہاں قصہ ہا رانی — یکے در مصطفےٰ آباد رفتہ چشمِ دل بکشا
نہ پندارم کزینساں دیدہ باشی در جہاں شہرے — ہنر را مسقط الراسے و دیں را ملجا و ماوے
بہر دکاں متاعِ علم و حکمت چیدہ تو بر تو — بہر بزم اندروں روشن چراغِ ملتِ بیضا
ہم از اہلِ صناعت کاملانش چار سو بینی — ہم از اربابِ علم و فضل یابی فوج فوج آنجا
فقیہاں اجتہاد آثار و دانایاں فلاطوں رائے — حکیماں شہرہ در علم و طبیباں در عمل یکتا
گروہے از سخن سنجاں کہ باشند زاں ہمہ ہر یک — سخن را زندگانی بخش و معنی را حیات افزا
بموسیقی بسے از سحرکارانِ نکیسا دم — کہ نبود شاں چو بونصرے دریں رہ ہمسر و ہمتا
خوشا شہرے و فرخ شہریارِ نام بردارش — نگہدارد خدا ایں ہر دو را از ناخوشِ دنیا

ق

تو اے کز سیرِ بنگاہِ[۱] سرانِ ہند مے آئی — چہ آوردی بگو از جنسِ معنی ارمغاں مارا
گرفتم دیدہ از ملک و دولت بہرہ ور جمعے — ولے کم دیدہ باشی علم و دولت را بہم یکجا

۱؎ یہ خطاب ہے اس فرضی شخص کی طرف جو گویا کہ درباری رئیسوں اور سرکاری مہمانوں کے ڈیروں اور خیموں کو دیکھ کر واپس آیا ہے ۱۲

کشادستند برروئے ہوا صد طبلۂ عطاراں | مشامے کو کہ دریابد شمیم عنبر سارا

بگلشن جلوۂ ہر نونہالے دیدنی دارد | ولے در خاطر بلبل نگنجد جز گل رعنا

کسے کو باشد از پیرایۂ علم و ہنر عاری | بچشم اہل دل ہیچ است اگر جمشید اگر دارا

ق

الا اے آنکہ از مدحش مراطب اللسان دیدی | نہ پنداری کہ فرّ مال و جاہم بردہ است از جا

سزاوار ستایش گر بہ تنہا سیم و زر بودے | نمیکردند صدّیقاں رم از صفرا و از بیضا[1]

ولے با فرّ صورت حسن معنی جمع چوں دیدم | نیارستم زباں بستن ز شکر واہب یکتا

کہ در اسلامیاں از جنس ایشاں مہترے آورد | بمال از علم لذت کش بعلم از مال بے پروا

نوید اہل جہان آباد را کایں روز آں روز ست | کہ نازد ہر قدر ایں بقعہ بر خود باشدش زیبا

ورود حضرت نواب در دہلی بداں ماند[2] | کہ آب رفتہ سوئے آبداں باز آید از دریا

مرا ایں نغمہ برلب بود کاوازے بگوش آمد | کہ پُرشد ساغر امروز از ناکامی فردا

توقع داشتیم از مقدم نواب دیں پرور | کہ روزے چند ایں ویرانہ گردد خویشتن آرا

ولے ناسازگاری ہائے بخت واژگوں نگذاشت | کہ کشت خشک مارا تر کند ابر کرم فرما

برو حالی تحمل پیشہ کن در ہر خوش و ناخوش | کہ سرّے ہست پنہاں در عسیٰ اَن تکرھُوا شَیئاً

ہلال عید را گر بینی و گر منتظر باشی | فروغ افزاید آں در چشم و خرم دارد ایں دل را

خداوندا بحق آنکہ از اعجاز انفاسش | بدست پاک او مشت حصا را کردہ گویا

[1] یہ اشارہ ہے حضرت عمرؓ کے قول کیطرف کہ یا صَفرَاءُ وَیا بَیضَاءُ غُرّی غَیرِی یعنی اے سونے اور اے چاندی میرے سوا کسی اَور کو دھوکا دینا ۱۲

[2] اِسمیں اشارہ ہے اُس زمانہ کی طرف جبکہ نواب ممدوح کے والد ماجد نواب ذوالفقار علیخاں مرحوم دہلی میں بحالت طالب علمی مقیم تھے۔ اور نواب ممدوح صغر سن میں اُنکے ساتھ یہیں رہتے تھے ۱۲

بہ بخشش ایں مہتر کہتر نواز فیض گستر را | نصیبے کامل از دنیا و از دیں بہرہ او فے
مدہ اندوہ و غم را در درونِ خاطرش راہے | کہ با جمعیتش وابستہ شد جمعیتِ دلہا
دگر۔ یا ربی دہر گر بخت وقت آں آرزو دارم | کہ یکرہ بر ورشس خود را زنم چوں تشنہ بر دریا
تکلف نیست در ہر چہ از دعا و از ثنا گفتم | تو دانی حالِ ما یا عالما یا لجہر و الاخفا

قطعہ بر وفاتِ آنریبل نواب محمد علیخاں مرحوم متخلص بہ رشکی خلفِ اکبر حضرت نواب محمد مصطفٰے خاں رحمہ اللہ رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر

دریغ از رحلتِ نواب رشکی | کہ بود امید گاہِ حالی زار
بصورت گرچہ بود از دیدگاں دور | نبود از دل نہاں یک لحظہ زنہار
بیادِ صحبتِ دیرینۂ او | بُدے روشن ترا زر و زم شب تار
ز مرگِ خواجہ گم کردیم صد حیف | متاعِ کاسدِ خود را خریدار
دریغ آں شاد باش و شادمانی | دریغ آں کس مرنجاں کس میازار
دریغ آں عیدِ وصل گاہ گاہی | کہ مے آمد پس از یک سال یک بار
دریغ آں یادِ صحبت ہائے پیشیں | کہ مے شد تازہ از انشادِ اشعار
دریغ آں یادگارِ عہدِ اسلاف | کہ یاد از وضعِ شاں دادے بکردار
قدیماں را نہ راندے از درِ خویش | وگر بودند مجرم یا خطا کار
بعمرِ خویشتن نگرفت گاہے | بجرمے خشم بر خیلِ پرستار
مقرر داشت چوں رزقِ مقدر | بہر کس ہر چہ مے بخشید ادرار
چناں کایزد درِ روزی نہ بندد | بجرمے یا خطائے بر گنہگار

ز حالی گرچہ کمتر بود در عمر
وسلے بر بست زینجا پیش از و بار

نگر از ناصبوری چشم بیداشت
کہ لختے پیش از ما ماند رہوار

بلے چوں جنگ نتواں با قضا کرد
بمرگش صبر باید کرد ناچار

وسلے از دل نہ گردد یاد او محو
بود تا جانِ محزوں در تنِ زار

قطعہ تاریخ وفات قبل از وقت سید محمود علی مرحوم خلف سید ببر علی نبیسۂ عمین برادر جناب سر سید احمد خاں بہادر رحمہ اللہ کہ از طلبۂ رشید کامیاب محمڈن کالج علیگڈھ بود

زبدۂ اتراب فرشمع جمع محمود علی
آنکہ در باغِ شبابش بود آغاز بہار

آنکہ انوار نجابت می درخشید از رخش
آنکہ آثارِ رشادش از جبیں بود آشکار

آنکہ در کسب علوم آخر بپایاں بُرد راہ
گرچہ آمد سنگ ہا در راہش از لیل و نہار

در ہزار و سیصد و نُہ کرد دنیا را وداع
پیش ازاں کز باغِ دنیا ہیچ چیند برگ و بار

پیش ازاں کز نخل سعی خویش افشاند رطب
پیش ازاں کز پائے رہ پیما بر آرد نوکِ خار

پیش ازاں کز ثمرۂ تعلیم گشتے بہرہ ور
گل دماند سر پستاں را براہِ انتظار

پیش ازاں کز عمر و از دولت نصیبے یافتے
ہم نیارا یار گردد ہم پدر را غمگسار

آنکہ بودے چشم یاراں را فروغ از دیدنش
آنکہ گشتے از فراقش خاطر یاراں فگار

حیف کز یاراں فراق جاودانی برگزید
ناگرفتہ در جہاں چوں قطرۂ شبنم قرار

یارب او را کز جہاں شد با دل پُر آرزو
جائے صدیقاں بدار از لطف در دار القرار

قطعہ بر وفات وزیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسن خاں مرحوم وزیر ریاست پٹیالہ

آہ از مرگِ مفاجاتِ وزیر الدولہ
کہ فرو رفت بحیرت خبرش ہر کہ شنید

بر نتابد جگر ایں داہیۂ دہیا را
کامد از پردۂ تقدیر بناگاہ پدید

فارغ از ماتمِ فرزندِ جواں ناگشتہ
رخت زی منزلِ فرزندِ جواں باز کشید

خلق را بہ نشدہ زخمِ دو تیرِ منکر
کز فلک بر اثرِ ایں ناوکِ دلدوز رسید

شہرِ پٹیالہ نہ تنہا بہ غمش نوحہ سراست
کہ بہ ہر ناحیہ زیں نالۂ بلند است نشید

اے بسا چشم کزیں واقعہ خوناب فشاند
اے بسا دست کزیں غصہ گریباں بدرید

صبر بر مرگِ عزیزے نتواں کرد آرے
کہ بود فرد در اقران و در امثال وحید

آنکہ در دوستیِ او در کرم و بذل و سخا
رسمِ اجداد ز سر کردہ بعالم تجدید

آنکہ ہر گاہ لب از لطف کشادے بسخن
گفتی از خلد نسیمِ سحری باز وزید

منتش شاملِ ہر فرقہ چہ بیگانہ چہ خویش
لطفِ او عام بہر کس چہ قریب و چہ بعید

زخمِ مشکل کہ بہ تدبیر شود چارہ پذیر
کہ ازیں واقعہ بر دولتِ پٹیالہ رسید

ہمہ عمرش بنکو خواہیِ دولت بگذشت
تا تواں است در اصلاحِ مفاسد کوشید

گر بکاوند ہمہ مملکتِ خالصہ را
ایں چنیں صاحبِ تدبیرِ خرد نتواں دید

گر از عہدۂ او کس بہ تلافی خیزد
کش بود در کفِ پئے قفلِ در بستہ کلید

در علیگڈھ کہ بنا یافتہ دار العلمے
از مددگاریِ یاریش بسے داشت امید

یاورے گم شدہ از دست عزیزاں تنہا
کہ ز دوراں بدلش مے نتواں باز خرید

ذکر او ماند جاوید دریں دارِ علوم
کش نکو خواستہ تا بود و نکو اندیشید

مُردنش گرچہ بہنگام نبود ست آما — عاقبت روزے ازیں جرعہ بباید چشید
مُرد و با خویشتن از خلق بجز خیر نہ بُرد — ایں چنیں مرگ نکوتر ز حیاتِ جاوید

قطعۂ رنوحۂ وفاتِ جنابِ مشیر الدّولہ خلیفہ سیّد محمّد حسین خاں مرحوم برادرِ خُردِ وزیر الدّولہ مغفور

آہ از مرگِ مشیر الدولہ آہ — آں عمادِ قوم و رُکنِ خانداں
درسگاہِ قوم را پشت و پناہ — دودمانِ پھُول را سر زاماں
آں بصورت اِنسِ در سیرت مَلَک — آں بدانش پیر و در ہمت جواں
آں بہ تدبیر و خرد بوذر جمہر — آں بہ حزم و رائے سُولُونِ زماں
آں بشورے یک مُشیرِ پختہ کار — آں بہ دیواں یک دبیرِ کارداں
در سیاست از مفاسد برکنار — در دیانت از تعصب برکراں
آنچہ ملّت دیدہ است از حلتش — باغِ خرّم مے نہ بیند از خزاں
آنچہ دولت را رسید از نہضتش — کم رسد گلزار را از مہرگاں
عمر ہا باید کہ خیزد مثلِ او — بجز دے از سرزمینِ پھلکیاں
در کراچی چوں فراقش دست داد — بود گوئی آں فراقِ جاوداں
تا گرفتم ز سیر سندھ آہ — کوس رحلت کوفت زیں باغِ جناں
منتظر بودیم از و پیغام را — کامدہ پیغامِ مرگش ناگہاں
جز نکوئی در خصالِ اُو ندید — ہیچکس ہم در عیاں ہم در نہاں
در صفا آئینہ سرّش چوں علن — از ریا پاکش نہاں ہمچوں عیاں

آہ ازاں مخدوم خادم پرورے | مہرباں تر از پدر بر خاد ماں
آہ آہ آں خواجۂ مہماں نواز | از کرم منت پذیر از میہماں
آہ ازاں در شادی و غم پائدار | آہ ازاں در نا خوش و خوش شادماں
قصہ کوتہ بود یک فردِ فرید | کامدہ از وصفِ او قاصر زباں
از خرد پرسیدمش سالِ رحیل | گفت سالِ رحلتش مغفور داں
۱۲۳۶ھ

قطعہ[۵۱]

تو اے کہ رونقِ پیشینیاں بہم شکست | ز نظم و نثر تو کاندر زمانِ ما گفتی
چہ نغمہ ہا کہ بہ قانونِ ذوق سنجیدی | چہ بذلہ ہا کہ باندازِ دلربا گفتی
رسید نشۂ عرفاں چو ذکرِ مے راندی | شگفت خاطرِ یاراں گر از صبا گفتی
دوید ریشہ بدلہا چو حرفِ مہر زدی | دمید نخلِ تمنا چو از وفا گفتی
گہر بہ بزم فشاندی اگر ثنا خواندی | اثر ز لفظ و ماندی اگر دعا گفتی
ہزار عقدۂ سربستہ باز بکشودی | ہزار نکتۂ پوشیدہ برملا گفتی
ز سرِ تفرقہ و جمع قصہ ہا راندی | ز سیرِ انفس و آفاق راز ہا گفتی
بر آمد از دلِ بیگانگاں ترانۂ ذوق | بہ محفلے کہ سخن ہائے آشنا گفتی
لطیفہ ہا کہ بہ لفظ و بیاں نہ گنجید | تو چوں فرشتۂ زغیب آمدی و وا گفتی
بحقِ لطفِ کلامت کہ ہست بر دلِ ما | کہ پایۂ سخن افراشتند تا گفتی

---

[۵۱] جس موقع پر یہ قطعہ لکھا گیا تھا اُسکے متعلق مفصل بحث یادگارِ غالب میں درج کر دی گئی ہے۔ اِس قطعہ میں مرزا غالب مرحوم کی طرف خطاب کیا گیا ہے۔ اور جو مضامین اس قطعہ میں درج کیئے گئے ہیں اُنکا ماحصل بغیر یادگارِ غالب کے دیکھے اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہو سکتا ۱۲

تو اے کہ ہر سخنِ نغز تو بدل جاکرد | جز آں کہ در حقِ حالی برمز وا گفتی
ہر انچہ گفتہ اندر جوابِ عرضِ نیاز | خطا بود کہ بگیرم اگر خطا گفتی
ولے بعہدہ از حرف چند باخویشم | کہ گر نہ گفتہ ام آخر تو از کجا گفتی
عجب کہ قاعدہ دانِ نیازمندی را | سفیہ و معجب و خودبین و خودنما گفتی
عجب کہ چاشنی اندوز خاکساری را | رہینِ ذوقِ نوا سنجیِ انا گفتی
عجب کہ منفعلے راز نقدِ ناسرہ اش | بہ زرّق در گروِ عرضِ کیمیا گفتی
نہ راہِ حرف بسویت نہ جائے من بیت | جواب چیست اگر پرسم از کجا گفتی
اگر نہ روئے سخن باتو بود مے گفتم | چگونہ گفتی و چوں گفتی و چرا گفتی
ولیک شرطِ ادب نیست بر تو خردہ گرفت | ہر انچہ در حقِ من گفتہ بجا گفتی

قطعہ دیگر

تو اے کہ عذر فرستادۂ بپیکے رہی | سزد کہ جانِ گرامی بر آں نثار کنم
شکایتے کہ تواں گفت عینِ اخلاصش | گرم تو دوست شماری ہزار بار کنم
نماند قاعدۂ شکرِ بے ریا بجہاں | اساسِ دوستی از شکوہ استوار کنم
چو شکوہ جز بہ تقاضائے دوستی نبود | زغیر شکر و شکایت ز دوستار کنم
سرشت پاک و دلِ صاف دادہ اند مرا | بحرفِ تلخ ولے خالی از غبار کنم
خوش آنکہ ساز کنم از تو شکوہ بیجا | تو اعتذار کنی و من افتخار کنم
خوش آنکہ عذرِ تو چوں درکند مرا ازبیں | وگر بہ پیشِ تو تمہیدِ اعتذار کنم
براں سرم کہ اگر مرگ اماں دہد زیں پس | ق | ز کارہائے جہاں خاصہ ایں سہ کار کنم
ز کردہ توبہ نمایم ز گفتہ استغفار | دگر سپاسِ تو پنہان و آشکار کنم

ترجیع بند

مرثیہ نواب مختار الملک سر سالار جنگ میر تراب علی خاں مرحوم مدار المہام سرکار عالی نظام کہ از طرف کمیٹی تعلیمی مدرسۃ العلوم علیگڈھ اشاعت یافتہ

داشت ہر کس بزباں مدحت مختار الملک　　کامد از دور خبر رحلت مختار الملک
تا چہ افتاد پس از نہضت مختار الملک　　بر سر حشمت و جمعیت مختار الملک

اے اجل گر تن بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

لشکر از ماتم او چاک گریباں شدہ است　　کشور از مردن او یکسرہ پژماں شدہ است
اے بسا چشم کزیں حادثہ گریاں شدہ است　　حیدرآباد تو گوئی ہمہ بے جاں شدہ است

اے اجل گر تن بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

منتے ہست ازو بر سر سرکار نظام　　کہ بشکرش نتواں کرد بصد سال قیام
ہم ازو یافتہ عدلیہ و مالیہ قوام　　ہم بدو لشکر و ضبطیہ پذیرفت نظام

اے اجل گر تن بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

آہ کایں درد نہ دردیست کہ درماں دارد　　تا کسے زیں آہ بسے لرزہ در ارکاں دارد
قوم ازیں واقعہ انگشت بدنداں دارد　　تا فلک در پس ایں پردہ چہ پنہاں دارد

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

چشمِ اسلام ازیں غصہ بجوں تر گردید — ملت از حالتِ پیشینہ زبوں تر گردید
علم و دیں کہ نگوں بود نگوں تر گردید — قیمتِ خواجہ پس از مرگ فزوں تر گردید

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

دوست تا دشمن او زو طمعِ یاری داشت — ملک از نیروئے تدبیرش استواری داشت
دولتِ عہد ازو چشمِ وفاداری داشت — گردنِ قوم ز احسانش گرانباری داشت

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

آہ ازاں بذل و سماحت کہ نیابیش ہمال — آہ ازاں عقل و کفایت کہ نہ بینیش مثال
سپس از ہند چنیں مرد نہ خیزد صد سال — خاصہ از قوم کہ افتاد دراں قحطِ رجال

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

در علیگڈھ کہ نہادند عزیزاں بنیاد — درسگاہے کہ ز طوبےٰ ثمرش باد زیاد
تا بہ گیتی بود ایں قصرِ ہمایوں آباد — خلق دہ یاد جواں مردیِ او خواہد داد

اے اجل گر تنِ بیجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

کیست در ہند کزیں غم لبِ حسرت نگزید — کیست از قوم کزیں غصہ گریباں ندرید

تا بہ جائیکہ چو این نالۂ جانکاہ شنید
حالیؔ گوشہ نشیں ہم زجگر آہ کشید

اے اجل گر تن بیجاں تہ خاک سپری
نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

قصیدہ در تہنیت عید الفطر بجناب نواب سر آسمان جاہ بہادر مرحوم

صاحبا روز و شب بکام تو باد
صبح نوروز و عید شام تو باد

عید سال ہزار و سیصد و شش
بر تو فرخندہ و بکام تو باد

شاہ نامیدہ آسمان جاہت
آسماں مفتخر زنام تو باد

شاہ کت ملک را سپردہ عناں
نظم اوقائم از قیام تو باد

شاہ از رائے تست فارغ بال
خلق خرسند از نظام تو باد

آرزو ہاست زندہ از کرمت
فتنہ ہا مردہ از حسام تو باد

گنج معمور و ملک آبادان
از بقائے شہ و دوام تو باد

قصر والا اساس ملک نظام
محکم از پشتی نظام تو باد

ہر کہ در چار سوے ملک نظام
خیرہ و سرکش است رام تو باد

شرمساری عقوبتے است عظیم
عفوت از خصم انتقام تو باد

در سیاست گرہ برابرویت
خوشنما ہمچو لطف عام تو باد

برق تیغ تو خشک و تر سوزست
یارب آں برق در نیام تو باد

عدل زانسانکہ وجہ ہمت تست
ہمہ در ضبط اہتمام تو باد

در قضایائے صعب ملت و دیں
شرع خیر الورٰے امام تو باد

در امورِ عظامِ دولت و ملک — بخداوند اعتصامِ تو باد
مقصدِ خلق طوفِ درگہِ تست — پرسشِ حالِ شاں مرامِ تو باد
ساز و برگِ دعائے مظلوماں — مایۂ عیشِ مستدامِ تو باد
بر زباں خلق را ستایشِ تست — در دلِ خلق احترامِ تو باد
اے مدار المہامِ ملکِ دکن — فتح دلہا خود از مہامِ تو باد
تا بنوشند بادہ اندر جام — بادۂ خوشدلی بجامِ تو باد
تا فشانند دانہ در تہِ دام — دلِ عالم اسیرِ دامِ تو باد
ہر شمیمے کہ ناگوار آید — دور پیوستہ از مشامِ تو باد
ہر نسیمے کہ از جناں خیزد — طرب انگیز در خیامِ تو باد
در جہاں ہر کہ ہست چوں حالی — طالبِ کام و نازِ نامِ تو باد

قصیدہ در تہنیتِ عید اضحیٰ بجنابِ نواب آسمان جاہ بہادر مدار المہام سرکارِ عالی نظام

عیدِ اضحیٰ کہ قریں باد و رودش بظفر — باد بر خواجہ ز عیدِ رمضاں فرخ تر
نائب السلطنہ نواب بشیر الدولہ — عمدۃ الملک فلک جاہ امیرِ اکبر
آنکہ بر پا شدہ از نظم و سیاست حصنے — کز پئے ملک سپر بودہ ز ہر فتنہ و شر
آنکہ از لطف و کرم کردہ رواں شہر و سے — کہ خس و خارِ الم برد بروں از کشور
آں سپہرِ شرف و مجد کہ در جاہ و جلال — پایہ اش برتر از آن است کہ گنجد بفکر
آں سراجِ کرامت کہ ز والا گہری — بے نیاز آمدہ از طرح چو ماہ از زیور

ق

صاحبا عادتِ قومے ست کہ در مدح و ثنا — ہر یکے ساز کند نغمہ بہ آہنگِ دگر
آں یکے جز بہ مدیحت نہ کشاید لب را — تا بدانند کہ جز مدح ندارد در سر
واں دگر پیشتر از مدح ستاید خود را — تا فریبد دلِ ممدوح بہ اظہارِ ہنر
جمعے از شکوۂ گردوں سخن آغاز کنند — کہ شکایت بود از شکر بدل گیرا تر
قومے از مدح گرایند بہ تشبیب و غزل — کز نمک چارہ نباشد چو بخوروند شکر
بعد ازیں طائفہ باشند کہ در وقتِ مدیح — دمبدم حسنِ طلب جلوہ دہند از ہر در
گر قصیدہ ست وگر تہنیت ایں ست شعار — نکتہ سنجاں را وز مدح عزیزاں بگیر
شکر جز خواجہ کم آلودہ ام اندر ہمہ عمر — دہنِ خویش بمدّاحیِ ممدوحِ دگر
لاجرم خامہ دریں مرحلہ ناپابلد است — مے نداند کہ چساں طے کند ایں راہگذر
تہنیت خود سخنے بیش نباشد کہ ورا — چوں بگویند مکرر نبود ہیچ اثر
ور بجز محمدتِ خواجہ نراند حرفے — بتملق کندش دہر بہر شہر سمر
ور بعرضِ ہنرِ خویش دکاں بکشاید — ایں خرافت نبود طبع زباں را درخور
ور بہ تشبیب و غزل روئے سخن آراید — نیست ایں زمزمہ را جز بہ جوانی اجدر
ور نہد بر طلبِ جائزہ بنیادِ کلام — کردہ باشد مگر از شرم و حیا قطعِ نظر
آنچہ از مائدۂ فیضِ تو ادبار خورد — وانچہ از نعمتِ تو بہرہ برد شام و سحر
دل رضا چوں دہدش کز تو عوض دارد چشم — بر سپاسے کہ ازاں ہیچکش نیست مفر
خامہ زینجاست کہ از غایتِ حیرت زدگی — اندریں مرحلہ نشناختہ پا را از سر
پس ہماں بہ کہ کند ختمِ سخن را بدعا — کہ دمِ عجز بناہد بہ دعا حجت گر
تا کنند اہلِ سخن مدحِ ملوک و وزرا — تا ملوک و وزرا جمعِ فضل اند و ہنر

باد اوصافِ تو از مدح و ثنا مستغنی | گرچہ باشند بہ مدح تو عزیزاں مضطر
باد در سایۂ محبوب علیخاں ایمن | دولت آصفی از ہر حدثِ فتنہ و شر

قطعہ در سپاس لطف و کرم جناب کرنل ہالرائڈ و قتیکہ عنان ادارۂ تعلیم پنجاب در دست ایشاں بود

اولاً شکر آنکہ فرمودی | حاجتِ بندہ بے دریغ روا
ثانیاً عذر آنکہ چندیں بار | آمدم از پے صداعِ شما
آں شنیدی کہ گفت افلاطون | رنج برد آنکہ در نکوئیہا
رنج او عاقبت بہ پایاں رفت | لیک نیکی ہمیشہ ماند بجا
راست گویم گزاردن نتواں | حقِ لطفے کہ کردۂ بر ما
مے کنم ختم بر دعا گفتار | کہ نیاید ز بندہ غیر دعا

ترتیب ماہ ہائے جلالی در نظم

آذر و دے بہمن اسفندار فروردیں بہشت | باز خورداد ست و تیر ست امرداد ایجواں
باز شہریور سپس مہرست و آباں بعد ازو | ہریک از ماہِ جلالی پیش تو کردم بیاں

فرد

چیدند خوان نعمتے چوں سیر شد دل از جہاں | دادند آبِ زندگی اما پس از نزعِ رواں

شکریہ مسٹر وٹن افسر محکمہ پرمٹ از طرف عزیزی انشاء اللہ خاں مرحوم دہلوی

فرزانہ امیر دادگر وٹن — کز داد و کرم زمانہ بنواخت
دستش بگرفت و زود برداشت — آنرا کہ فلک ز پا بر انداخت
بنواخت بقدر پایۂ او — آں را کہ زمانہ قدر نشناخت
اصلاح ادارۂ تمک کرد — زانساں کہ زہر خلل بپرداخت
آوازہ فگند دادگیرش — زاں گونہ کہ دزد زہرہ درباخت
ناخواستہ کامِ ما روا کرد — ناساختہ کارہائے ما ساخت
از فیض نیازمندیِ اوست — انشا کہ ز ناز سر برافراخت

قطعہ بر طبعِ دیوان منشی اقبال حسین صاحب متخلص بہ عاشق

جواں مرد آزادہ عاشق کہ نیست — در اقرانِ خود کس مر او را قریں
نہ صیاد و ہموارہ از حسنِ خلق — پے صیدِ آزادگاں در کمیں
نہ سحارہ پیوستہ ز افسونِ نطق — کشد ز آشیاں باز و شیر از عریں
ہمے بارد از جبہہ اش انبساط — اگر مہرباں ہست و گر خشمگیں
نہ بینیش گہ سر کہ بر ابرواں — نہ یابیش افتادہ چیں بر جبیں
دو سال ست کافسونِ مہر و وفاش — ربودست صبرم ز جانِ حزیں
دلے دیر پیوند نا آشنا — کہ بودست فارغ ز مہر و ز کیں
ندانم کہ عاشق چہ افسوں دمید — کہ درباخت خود را بمہرش چنیں

سررشتهٔ هیهات دادم ز دست — سخن را سماں بود و رفت از زمیں
کنوں رانم از طبع دیواں سخن — که شد جلوه فرما بنوعے گزیں
دریں روزها کز صروف زماں — سخن شد مهان و سخنور مهیں
عروس سخن سے نیرزد به جو — بحسن ار بود غیرت حور عیں
صد آباد بر عاشق و عزم او — که در دور ناسازگارے چنیں
ز معنی به بیگانه و آشنا — فشاندست گنجینه از آستیں

قصیده در شان جناب مستطاب هز مجسٹی امیر حبیب الله خاں والی دولت خداداد افغانستان خلد الله ملکه. وقتیکه برائے ملاحظه مدرسة العلوم در علیگڈھ نزول اجلال فرموده بودند ایں قصیده در مواجهه ایشاں خوانده شده بود

اے رسد گر فرق عزت بگذرد از فرقداں — میزبانے را که شاہے چوں تو باشد میهماں
گر به رقص آید در و دیوار کالج دور نیست — زیں طرب کامد به دیدارش امیر کامراں
دولت بیدار شفقت ما که شد مهمان ما — چون تو مهمان عزیز قیصر هندوستاں
زنده کاش امروز بودے بانی ایں درسگاه — تا بدیدے پایه اش بالا تر از وهم و گماں
تا همه امیدها کاندر دل خود بسته بود — از قدوم شه بچشم خویشتن دیدے عیاں
اے سراج ملت و دیں اے امیر ابن امیر — اے چو باب نامدار خویش شاہے کاردان
سنگ ها کاندر ره تعلیم قوم آمد به پیش — داستان عبرت انگیزش نگنجد در بیاں
قصه کوته جهل و دانش سالها در جنگ بود — جهل میکوشید تا نگذارد از دانش نشاں

دولتِ ہند ار نہ بودے حامیِ این درسگاہ　　کوششِ بانی ہمہ برباد رفتے بےگماں
شکر للہ کز میاں برخاست آں جنگ و خلاف　　جملہ بربستند بر امداد این کالج میاں
عاقبت مقبولیِ کالج بدیں غایت رسید　　تربیت گاہِ غریباں شد گزرگاہ شہاں
شکر این کہتر نوازی کز قدومِ خویشتن　　اہلِ کالج را فزودی آبرو و عزّ و شاں
گر نویسد پارہ زاں نیست یارائے قلم　　ور بگوید اندکے زاں نیست نیروے زباں
پس ہماں بہتر کہ گردد بر دعا ختمِ سخن　　زانکہ ناید جز دعائے خواجہ از ما بندگاں
تا ز تعلیم است و تلقین دین و دنیا را فروغ　　تا بود وابستہ با علم و عمل نظمِ جہاں
ملتِ افغاں ز تدبیرِ تو اندر علم و فن　　گوئے سبقت بردہ باد از جملہ ابنائے زماں
آں چناں کز نوعِ خود در زور و طاقت برترست　　ہمچناں در علم و حکمت باد ممتاز از جہاں
تا بود خیر و صلاحِ خلق در صلح و وفاق　　تا نہالِ دوستی بار آورد امن و اماں
اتحادِ دولتِ ہند و خداوادِ امیر　　باد مستحکم بسانِ اتحادِ جسم و جاں

در شکر یادآوری عالیجناب ہز ہائنس امیر الامرا آنریبل نواب سر حامد علیخاں بہادر مستعد جنگ والیِ ریاستِ رامپور دام اقبالہم

کیست یا رب کز دلِ آزادگاں　　موجِ او جوشد چو از فوارہ آب
کیست کز ذکرِ جمیلش در جہاں　　ہر کسے نادیدہ بیند اند کتاب
کیست کز ذوقِ ثنایش در رود　　خامہ مے رقصد چو برق اندر سحاب
کیست کز صیتِ نوالش چارسو　　قانعاں را در دہن گردیدہ آب
کیست کز رویش بر افگند گر نقاب　　گوئی از مشرق بر آمد آفتاب

کیست کز خوبیش اگر حرفے رود — دفتر اخلاق شوئی باب باب
کیست کز وصفش اگر جوئیش نام — در زماں بر دل فرود آید جواب
شہ نشاں حامد علیخاں آنکہ نیست — جز بمو وارے ز رویش ماہتاب
روئے او نور ضمیرش را گواہ — رائے او روے ضمیرش را جواب
خوئے او آمد دلیلِ خوے او — گر دلیلی بایدت زو رو متاب
کیست کز اکسیر اگر پرسی نشاں — بشنوی خاک درش از دل جواب
چوں ز خلوت پا نہد در جلوہ گاہ — یا کند در بزم جمعے را خطاب
چشمہا از گوشہا سبقت برد — گوشہا بر چشمہا آرد شتاب
بردہ رہ گوئی بہ آبِ زندگی — ہر کہ از لطف کلامش کامیاب
جاوداں ماندہ ز راحت بے نصیب — ہر کہ از اعراض او در پیچ و تاب
بر دلم نادیدہ بند مہر اوست — اے خوشا روزے کہ بر خیزد حجاب
مہرباں بر خود گماں کردہ ام[1] — تا چہ تعبیر آرد ایں فرخندہ خواب
اے سلف را میوۂ نخل امید — وے نیاگاں را دعائے مستجاب
در جہاں باشی سلف را جانشیں — تا خلف زیشاں بود نائب مناب
نام آبا زندہ باد از نسبتت — تا پسر جوید بآبا انتساب
تا حساب از عمر و از دولت کنند — دولت و عمر تو باد اے بے حساب

[1] مسند نشینی کے چند سال بعد نواب صاحب نے خاکسار کو رامپور میں یاد فرمایا تھا۔ اُس وقت اول یہ قطعہ بھیجا گیا تھا اُسکے بعد راقم خود

ترکیب بند

مرثیہ جناب مستطاب جواد الدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفرلہ ۱۳۱۵ھ

بند اول

آہ ازیں تیرِ گُذارا کز کماں انداختند — آہ کز یک زخم قومے نیم جاں انداختند
اے عجب کز رحلتِ فردے ز افرادِ بشر — عالمے را از قیامت در گماں انداختند
اے عجب کز مُردنِ یک پیر مردِ سالخوردہ — تاب و تب در کودک و پیر و جواں انداختند
اے عجب کز سوزِ اندوہِ وفاتِ مسلمے — مردمِ ہر کیش را آتش بہ جاں انداختند
سیّد اندر قوم نقدے بود اندر کیسہ — کیسہ خالی ماندہ و نقد از میاں انداختند
قوم را سرمایۂ مجد و علا از دست رفت — بعد ازاں کایں گنج را در خاکداں انداختند
نو بہار آید دگر در باغِ قوم امید نیست — بعد از و طرحِ خزانِ جاوداں انداختند
تا قیامت گوئی از تاراج ما فارغ شدند — کایں مصیبت بر سرِ اسلامیاں انداختند
اہلِ دیں بے یاور و دیں بیکس و بے یار ماند — ہر کجا ایں آوازہ در ہندوستاں انداختند

رفت و با خود رونقِ بزمِ مسلمانی ببرد
ملّت از مرگش بشر مردِ مسلمانی ببرد

بند دوم

آہ آہ از مرگِ وہ پُر آشوب سیّد آہ آہ — آنکہ در ہر نا ملائم قوم را بودے پناہ
عہدِ یاری کاو بہ ملک و دین و دولت بستہ بود — تا ز تن جاں بر نیامد داشتے دائم نگاہ
مشکلِ یاراں اگر بودے ہمہ طوفانِ نوح — بر مثالِ کشتیِ نوح اندر و کردے شناہ

عمرہا کوشید تا شوید غبارِ سوءِ ظن — گر نشیند از رعیت بر دلِ ارکانِ شاہ
چارہ ہا انگیخت تا طرحِ صداقت افگند (دوستی ۱۲) — درمیانِ حاکم و محکوم و سالار و سپاہ
کاروانِ قوم دور افتادہ بود از راہِ راست — رفت و از بے راہہ برگرداند و آوردش براہ
در مصافِ (جنگ ۱۲) دہر بودن دین و ملت را سپر — حج او این بود و اینش صوم و این بودش صلوٰۃ
سید القوم است ہر کس قوم را خدمت کند — خدمتِ او بر سیادت بس بود او را گواہ
گرچہ از مامے تواند صد چو سید آورد — آنکہ لعل آرد ز سنگ و لالہ از خاکِ سیاہ

لیک قومے کز فراز اندر نشیب افتادہ اند
باز ہرگز در نیابند آنچہ از کف دادہ اند

بند سوم

میتواں در فضل و دانش شہرۂ دوراں شدن — در فصاحت ہمچو سحباں در خرد لقماں شدن
میتواں در جاہ و ثروت گوئے از قاروں (بُرد) — میتواں در زہد و طاعت غیرتِ صنعاں شدن
میتواں در ملک و دولت خسروِ پرویز گشت — میتواں در زور و طاقت رستم و دستاں شدن
میتواں قطبِ زماں شد میتواں شد غوثِ وقت — ہرچہ خواہی میتوانی شد بجز انساں شدن
چیست انسانی تپیدن از تپِ ہمسایگاں — از سمومِ نجد در باغِ عدن پژماں شدن
خوار دیدن خویش را از خواریِ ابنائے جنس — در شبستاں تنگدل از محنتِ زنداں شدن
آتشِ قحطے کہ در کنعاں بسوزد باغ و کشت — بر فرازِ تختِ مصر از تابِ آں بریاں شدن
زیستن در فکرِ قوم و مردن اندر بندِ قوم — گر توانی میتوانی سید احمد خاں شدن
میتواں مقبولِ عالم گشت اما ہمچو شیخ — بہرِ سودِ خلق مردودِ جہاں نتواں شدن

جورِ اخواں دیدن و در عشقِ اخواں زیستن

زخمِ پیکاں خوردن و مشتاقِ پیکاں زیستن

بندِ چہارم

ورزشِ جمعے بہ تقلیدِ اسپ ہمت تاختند — لیک چوں رفتند گامے چند، دل در باختند
زود دانستند کایں سودا نہ ہر سر را سزد — اہلِ دعوے کاندریں میداں علم افراختند
کار کارِ شیرمرداں ست کز سوزِ دروں — بزم را افروختند و شمع ساں بگداختند
سیل از رہ تا دمِ آخر عناں را برنتافت — گرچہ در راہش بسے خار و خسک انداختند
بود یاراں را سپر تا بود۔ در ہر شور و شر — لیک یاراں بر سرش تیغِ جفا مے آختند
خواجہ در فکرِ صلاحِ دین و ملت درگذشت — لیک اہلِ دین و ملت قدرِ او نشناختند
جز ملامت ہیچ ننوشتند مزدِ خدمتش — چوں بنامش قرعہ در روزِ نخست انداختند
آرے از عالم ندیدستند جز جور و جفا — آں جواں مرداں کہ کارِ اہلِ عالم ساختند
آدمی وانگہ ز قومِ مردہ خیزد اے شگفت — کایں جہانِ مردمی زیں آب و گل پیراختند

حیف کاندر جمعِ مستاں ہوشیارے بود۔ رفت
وز زمینِ شور نخلے باردارے بود۔ رفت

بندِ پنجم

گوئے از گردش فرو ماندہ ست چوگاں را چہ شد — کشتی از جا مے نہ جنبد، موجِ عماں را چہ شد
دہ بہ ویرانی کشد و وقت ست۔ دہقانش کجاست — گلہ سرگرداں شود زود ست، چوپاں را چہ شد
چیرہ شد سہراب بر ایراں، رستمِ دستاں کجاست — یافت فرصت اہرمن۔ مہرِ سلیماں را چہ شد
تارکِ ہر کس ندارد تابِ گرزِ روزگار — بر نمی‌تابد سرے ایں تُنک، سنداں را چہ شد
قوم را بیمِ عتاب و چشمِ رحم از کس نماند — آں لبِ نفریں سرا۔ آں چشمِ گریاں را چہ شد

پند این شیرین بیانان نمیگیرد به دل — آن زبانِ تلخ گو - آن تیغِ عریان را چه شد
شد خزان وا ز بهاران نیست یاران را خبر — آن بهارِ بےخزانِ بزمِ یاران را چه شد
دل گرفت از خندهٔ گل تا ببست از خنده لب — آن کلیدِ قفلِ دل آن لعلِ خندان را چه شد
آن که مے بخشید جان آن بادِ نوروزی کجاست — آنکه مے بارید دُر آن ابرِ نیسان را چه شد

اے علیگڈھ آنکه کردت شهرهٔ امصار کو
آنکه از خاکت بگردون برد آن معمار کو

بند ششم

آه ازان در بیشهٔ صدق و صفا شیرِ ژیان — آنکه در سرّ و علن بودش یکے دل با زبان
آنکه چون دریا نبودے تیره از بارانِ سنگ — آنکه از عزمش نه گشتے صورتِ کوهِ گران
یعنی از عزم خود ۱۲
بود در همت نه با رعت مُتّهم از راستی — آرے این باشد درین عالم سزائے راستان
یار جز علمش نبود و علم دانی نادر است — این چنین بےکس سفر کرد و چل پرّ از جهان
قلیل الوجود ۱۲
بعد سید کز جفاے قوم گذشت از وفا — کیست تا باشد برایِ نامهربانان مهربان
خانه‌اش دانی کے جہان سراے قوم بود — کیست مر این میهمانان را ازین پس میزبان
بعد ازو کاین دشت را گلزار کرد و رفت کیست — این بنا را ضامن - این باغ را باغبان
کفیل ۱۲
سعیِ ما مشکل که بعد از خواجه ماند برقرار — جنبش از لعبت مجو - لعبت چو رفت از میان
پتلی ۱۲ بازیگر ۱۲
جیش را فقدانِ سر عسکر خطر دارد خطر — گله را گم گشتن از چوپان زیان در زیان

سهروان را بعد ازین یا رب دلیلِ راه کیست
دیگر این بےدولتان را یار و دلخواه کیست

بند هفتم

دوستان از مرگ نبود چاره وز فرقت مفر | چون زنان تا چند بودن بهر سید نوحه‌گر
جای استقلال وقت همت و مردانگی ست | کاین بلای ناگهان را نیست جز همت سپر
در غم سید اگر از فرض خود غافل شدید | این مصیبت رست صد چندین مصیبت بر شما
خواجه دار العلمی از بهر شما بگذاشته است | تا بود نسل شما از علم و دولت بهره‌ور
کوه را کنده است تا این جوی شیر آورده است | بو که آب رفته در جوی شما آید ز سر
ترسم این سرچشمه گردد تیره از سنگ خلاف | هان و هان وقت است وقت اتفاق همدگر
عزم جزم آرید و برخیزید و همدستان شوید | دست بگشائید و بربندید دامن بر کمر
شصت لکین هست در هندوستان توحیدگوی | وه که چندین خلق در مانند ز کار یک نفر
یادگار خواجه بعد از خواجه برپا داشتن | شکر او را خوبتر زین نیست اسلوب دگر

مژدهٔ او این بس که در اصلاح خود کوشید زود
کز شما غیر از شما مطلوب او چیزی نبود

قطعه در شکر صحت یابی شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

لله الحمد پس از ناخوشی و رنج دراز | شبلی ما بمراد از سر بالین برخاست
آنکه نامش بکمالات سمر در گیتی است | آنکه مشهور در آفاق بشمس العلماست
آنکه گر سر کند افسانهٔ فضل و هنرش | نامه مشکل که بپایان برسد بی کم و کاست
آنکه خوانندش اگر فخر زمان خود و بس | گر روا باشد عدول اهل سخن از ره راست
بود در علت او علت قومی مضمر | لاجرم صحت او بهر همه قوم شفاست
بسکه او روح دمیده است بتاریخ سلف | هر قدر فخر بذاتش بکند قوم رواست

زندہ تا دیر بماناد کہ بر قدِ کسے
بعد ازو خلعتِ تحقیق نمے آید راست

عیدی شب برات

تعالی اللہ شبے کاید درین شب
کساں را مقبل و مدبر نماید

اگر اقبال خواہی بندگی کن
کہ حلوا خوردنی را روئے باید

قطعاتِ تاریخ و مختلف مادہ ہائے تاریخ

قطعہ تاریخ طبع دیوان میر مہدی مجروح دہلوی

مجروح آنکہ نامِ سلف زندہ است ازو
ذاتش بود غنیمتِ کبرے دریں زماں

دہلی کہ بود کانِ ہنر معدنِ کمال
امروز از کمال نیابی در و نشاں

جمعے کہ داشت سر بفلک از وجودِ شاں
راندند سوئے جنتِ ماوے یگاں یگاں

و آنانکہ ماندہ اند ازاں جمع یادگار
لبیک مے زنند اجل را زماں زماں

غالب برفت و نیر و آزردہ رفت و ذوق
مومن برفت و حسرتی و عارف از میاں

رفتند و جائے خود ہمہ خالی گزاشتند
کس برنخاست تا بنشیند بجائے شاں

مجروح ماندہ است ازاں جمع یادگار
یارب بدار از بدِ دورانش در اماں

کایں عندلیب قصہ ہمی خواند از بہار
ویں گل خبر ہمی دہد از عہدِ گلستاں

دیوانِ او کہ ریختہ را دورِ آخر است
خوش مے سزد کہ صد انجمن بیاں نکتہ داں

کایں مے کہ واگذاشتہ خسرو و میرزا ست
مے بخشدش بہر جگرِ تشنہ رائگاں

القصہ چاپ گشتہ و ارزاں شدہ آں متاع　　کانرا بہ نقدِ عمر خریدن ہمیتواں
پرسد اگر کسے ز تو تاریخ حالیا　　گو نظمِ دلفریب بود سالِ طبع آں
۱۳۱۶ھ

تاریخ بنائے مکان سید عوض علی مرحوم رئیس جارچہ ضلع بلند شہر کہ حسب فرمائش برادر عزیز الوجود سید فیاض حسین مرحوم نوشتہ شد

کرد سید عوض علی تعمیر　　ایں شبستاں برائے نزہت دل
چوں بہ پایاں رسید ہاتف گفت　　سال ہجریش دان ظفر منزل ۱۳۰۷ھ
پس بجز لفظ بے مثال فزوں　　تا شود سالِ عیسوی حاصل
۵۸۳ + ۱۳۰۷ = ۱۸۹۰ع

قطعہ تاریخ تعمیر مسجد واقع سونی پت کہ باہتمام خواجہ محمد علی مرحوم خطیب پانی پت و اہل باقی نویس تحصیل سونی پت تعمیر یافتہ

محمد علی آں مددگارِ حق　　کہ از مال و جان است بر دیں فدا
کمر بستہ بر یاریِ اہلِ دیں　　بہ تعمیرِ ایں جامعِ دلکشا
پے آنکہ زیں عہدہ آید بروں　　کشیدہ بسے ماہ رنج و عنا
دگر جمعے از حق پرستانِ شہر　　دریں کار با او شدہ ہمنوا
چو سالِ بنایش بجستم ز دل　　بگفتا خرد خوش کرد مسجد بنا
۱۳ ھ ۹۳

تاریخ وفات محمد ابراہیم جواں مرگ طالب علم بی اے کلاس علی گڑھ کالج

محمد ابراہیم چوں ترک جاں گفت　　ز نخلِ جوانی ثمر بر نخوردہ

بگفتم زروئے الم سالِ فوتش	بجاں آفریں جان شیریں سپرد
۱ × ۱۲۹۲	۱۲۹۳ھ

تاریخ بہ پایانِ رسیدن بنائے سیّد مہربانعلی مرحوم رئیس گلاوٹھی در بلند شہر

علی آں سیّدِ والا کہ باشد | بنامش مہرباں جزوے زاجزا
بود با ذاتِ او توام سیادت | چناں کز نام او مہر است پیدا
چو ایں کاشانہ را بنیاد بنہاد | بعہدِ حاکم بیدار و دانا
گروہیں آں فیض گستر کز وجودش | شد ایں معمورہ چوں گلشن سراپا
چنیں گفتمش حالی سالِ تعمیر | مکانِ بے نظیر آباد بادا

۹۹ ۱۲

تاریخ اورنگ نشینی حضور آصف جاہ نظام الملک سادس میر محبوب علیخاں بہادر فرماں روائے ملک دکن خلد اللہ ملکہ

بہ سالِ فرخ و ماہ سعید و روز فرخندہ | نظام الملک محبوب علیخاں آصفِ ثانی
بہ تختِ سلطنت بنشست حالی گفت تاریخش | برائے وے مبارک تاج و اورنگِ جہانبانی

۱ ۱۳

تاریخ رحلت جناب نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب مرحوم دھلوی رئیس لوہارو

دردا کہ ضیاءِ دینِ احمد بربست | رخت سفر از جہاں کہ جائے الم است
از طاق و ز ایوان و ز بزم و جلسہ[1] | بگسستہ برحمتِ الٰہی پیوست

۹۲۹ | ۶۹۴
۱۱۰ ۹۸ ۸۹ ۹۴

[1] یہ تاریخ اس طرح نکلتی ہے کہ ۹۲۹ میں سے جو کہ ضیاءِ دینِ احمد کے اعداد ہیں ۳۲۱ جو کہ طاق - ایوان - بزم اور جلسہ کے اعداد کا مجموعہ ہے تخرجہ کرکے باقی ۶۰۸ کو ۶۹۴ میں جو کہ رحمتِ الٰہی کے اعداد ہیں ملانے سے ۱۳۰۲ حاصل ہوتے ہیں اور یہی

تاریخ بنائے مہماں سرائے در موضع مون واقع پنجاب بحساب سال عیسوی

بجز کرم آں وزیر چند کہ باقی ست
نام بزرگاں مون بذل و نوالش

ساختہ منزلگہے چو بہر غریباں
تکیہ گہ ہر غریب آمدہ سالش

تاریخ بنائے باغ در موضع تسہ ضلع مظفرنگر ترتیب دادہ سید فیاض علیخاں رئیس تسہ

رئیس نامور فیاض علیخاں
کہ نتواں کرد وصف او زصد یک

بہ تسہ طرفہ باغے طرح انداخت
کہ در خوبی زند بر خلد چشمک

چو حالی سال ترتیبش ہمے جست
خرد فرمود باغ نو مبارک

قطعہ تاریخ تعمیر چاہ بنا کردہ سید محمد ذکی رئیس سونی پت

بکند چاہ چو سید ذکی بہ سونی پت
ز خاک جوشش برد آب صافی و شیریں

ندا رسید ز ہاتف بگوشِ حالیِ زار
کہ ہست سال بنا چشمہ بہشت بریں

قطعہ بر وفات مولوی چراغ علی مرحوم

آہ آہ از رحلتِ بے گاہ اعظم یار جنگ
کز میانِ رہ زہمراہاں عناں پیچید رفت

حیف دنیا را بہ نخچیر سالگی کرد وداع
بزم ما را بزم ماتم بازگردانید رفت

مستفیداں پر نہ کردہ دامن معنی ہنوز
مشتے از گنجینۂ لعل و گہر پاشید و رفت

از سحابِ فیض گلکش ناشدہ سیراب خلق
ساعتے برقِ یمانی از افق تابید رفت

عقدہا نکشودہ ماند نکتہ ہا ننوشتہ ماند
بہر جوئے شیر کوہِ بے ستوں کندید و رفت

کرد بے آزارِ خلق اعمالِ سلطانی ادا
نے زکس رنجیدہ و نے کس را برنجانید و رفت

یاورانِ قوم را تا زیست یاور بود و یار
ہرچہ بتوانست در تائیدِ شاں کوشید و رفت

از دلِ پُر دردِ او گاہے صدائے بر نخاست
مدتے چوں بحر کاہل در نہاں جوشید و رفت

طبعِ آزادش بہر ملت کہ بینی صلح داشت
در دلِ خویش و دلِ بیگانہ در گنجید و رفت

گر زید صد سال کس انجام او مرگ است و بس
چوں شرر بر وضعِ دوراں ہتیواں خندید و رفت

قطعہ تاریخ وفات جناب خواجہ کرامت علی صاحب مرحوم جو حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی کی فرمایش سے لکھا گیا تھا

شد کرامت علی ز دارِ فنا
ماند خلقے بہ گریہ و زاری

مغفرت وقفِ روحِ خواجہ کہ او
یافت رحلت بہ سالِ غفاری
۱۲۹۱



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نثر فارسی

دیباچہ سفرنامہ حکیم ناصر خسرو متضمن سوانح عمری حکیم موصوف کہ بخلاف تذکرہ نگاران پیشین حقائق واقعیہ از سفرنامہ دیوان شعر او استنباط کردہ بصحت ہرچہ تمامتر نوشتہ شدہ است

صاحب ایں سفرنامہ حکیم ابو المعین ناصر بن خسرو علوی از شعرائے قدیم خطہ خراسان ست کہ بعلاوہ شاعری در علم و حکمت و فضل و دانش شہرہ روزگار بودہ۔ مورخان و تذکرہ نگاران در شرح احوالش راہ تحقیق ناسپردہ وسرہ از ناسرہ باز ندانستہ پردہ ہائے تو بر تو بر چہرہ مقصود فرو ہشتہ اند۔ اگر ایں سفرنامہ و پارہ از دیوان اشعارش بدست نیفتادے چارہ نبود از انکہ ما نیز بدنبال ایشاں دیم و راہ از بیراہہ باز نشناسیم۔

چندانکہ دریں قضیہ غور کردہ میشود چناں بخاطر میرسد کہ ہیچکس از معاصران حکیم فرو بتحریر حال وے نپرداختہ و سالہائے فراواں وقائع زندگانی او نانوشتہ ماند۔ باعث بریں بے اعتنائیہا آں تواند بود کہ فقہائے آں زمان از شیعہ و سنیہ چنانکہ عنقریب ذکر کردہ شود ناصر را از فرقہ اسمٰعیلیہ[۱] گمان میکردند و اسمٰعیلیاں را بہ لقب ملاحدہ و باطنیہ ملقب میساختند

---

[۱] اسمٰعیلیہ طائفہ ایست از امامیہ کہ اسمٰعیل بن امام جعفر صادقؑ را بعد آنجناب امام برحق دانند۔ و گویند امام جعفر صادقؑ

پس غالب آنست کہ تا زمانِ دراز احدے از فریقین بسبب تنافرے کہ از تعصب خیزد بنگارش ترجمۂ حکیم موصوف میل نکردہ باشد۔ اماچون در قرون لاحقہ دیوان اشعار و دیگر تصانیفش در اطراف ممالک انتشار یافت و معتقدانِ او از حوالیِ کوہستانِ بدخشاں کہ مرقد حکیم در آنجاست فوج فوج ظاہر شدند آنوقت بود کہ ارباب سیر بتفحص اخبار و آثارش پرداختند۔ لاکن رطب و یابسے کہ یافتند یا از افواہِ عامۂ ناس شنیدند بے تأمل حوالۂ قلم نمودند۔ افسانہائے کہ معتقدانِ وے از قبل خود تراشیدہ بر حکیم بستہ بودند آنرا از افاداتِ حکیم دانستند بے آنکہ بر مصنّفات وے عرض کنند و صواب از خطا باز شناسند بنقل و روایتش مُبادرت کردند۔ وازیں جہت اغتشاشے عظیم در ترجمۂ حکیم سابق الوصف راہ یافتہ و پے بہ سرّ کار بردن بغایت مشکل افتادہ اگرچہ دریں روزہا چارلس شیفر نام یکے از افاضل اروپا[1] احوالِ ناصر خسرو را در لغتِ فرانسہ بابسطے ہرچہ تمامتر نوشتہ ہست اما بسبب اجنبیت زبان فرانسہ کلّیۃً نمیتواں گفت کہ چہ قدر از عہدۂ تحقیق بیرون آمدہ وتاکجا دادِ تنقید[2] دادہ ہست۔ بنا برعلٰی ذٰلک در ذکر احوالش از مقالاتِ قوم بر ہماں قدر کہ معقول و قابلِ جزم[3] است اکتفا خواہد رفت و باقی انچہ از کلامِ خودش میتواں استنباط کرد نوشتہ خواہد شد۔

اول اختلافے کہ کردہ اند در تعیینِ سالِ ولادت اوست۔ حمد اللہ مستوفی قزوینی در تاریخ گزیدہ سال سیصد و ہشتاد و پنج از ہجرت خاتم النبیین صلعم ضبط کردہ است و مصنّف

(بقیہ صفحہ ۵۳) امامت را بدو تفویض فرمود و اسمٰعیل ہیچ زن جاریہ را انباز نہ ساخت چنانچہ نبی صلعم باخدیجہ وعلی با فاطمہؓ۔ نیز اسمٰعیل را خاتم الائمہ دانند و بعد از وے امام لاحق کاری ندارند و گویند مدار امامت بر ہفت ہست مانند ہفت روز و ہفت آسمان و ہفت سیارہ ۱۲ حالی

صفحہ ہذا [1] یورپ را معرب کردہ اروپا میگویند ۱۲ [2] تنقید بمعنی نقادی ۱۲ [3] یقین ۱۲

دبستان المذاہب سیصد و پنجاہ و نہ۔ و صاحب حبیب السیر سیصد و پنجاہ و ہشت معلوم میکند اما این ہرسہ قول مردود است۔ بلکہ قول صائب آنست کہ رضا قلیخاں در تذکرۂ مجمع الفصحاء[1] آوردہ و آں سیصد و نود و چار است و چارلس شیفر در ترجمہ فرانساویۂ خویش ہمیں قول اخیر را اختیار کردہ و بقولِ خود حکیم تمسک جستہ کہ در بعضے قصائد خویش میفرماید ؎

بگذشت ز ہجرت پس سیصد نود و چار بنہاد مرا مادر بر مرکزِ اغبر

نیز قاطبۂ تذکرہ نویساں اصل حکیم را از اصفہان معلوم داشتہ اند۔ اما ہیچ دلیلے کہ مفید جزم باشد ذکر نہ کردہ بل بملاحظاتِ چند میتواں گفت کہ اورا اباً عن جدٍ با اصفہان و دیگر بلاد از عراقِ عجم و پارس[2] ہیچ تعلقے نبودہ و اسلاف و بزرگان او از عہدِ مامون ابن رشید یا بعبارت دیگر از زمان امام علی ابن موسی الرضا کہ جدِ ہشتم ناصر خسرو بودہ ہمیں در مضافات خراسان سکنے داشتہ اند و معمورۂ بلخ کہ تا زمانِ دراز دار الملک ولایتِ خراسان بودہ است باید مسقط الراس حکیم موصوف باشد چنانکہ خود گفتہ است ؎

اے بادِ عصر گر گذری بر دیارِ بلخ بگذر بخانہ من و آنجا بجوئے حال

و ہمچنیں در بسیارے از اشعارِ خود چنانکہ ہر کس را در عالمِ غربت و دوریِ وطن اتفاق افتد بر مفارقت خراسان و اہل خراسان دریغ خوردہ است و نیز در سفر نامہ عبارات بسیار است کہ برہمیں معنی دلالت واضح دارد۔ بالجملہ سلسلۂ نسبش ہفت واسطہ تا بہ امام ہمام علی ابن موسی الرضا علیہ التحیۃ والثناء کہ در مشہد مقدس مدفون و بہ شاہ خراسان معروف است منتہی میشود۔ بعد از حفظِ قرآنِ مجید کہ

---

[1] ایں تذکرہ از تالیفات امیر الشعراء رضا قلیخان متخلص بہ ہدایت است کہ در سال ۱۲۹۵ھ ہجری در دار السلطنت طہران چاپ شدہ و دریں ایام بہندوستان رسیدہ است ۱۲

[2] عراقِ عجم و پارس نام دو ولایت از ممالک ایران است و تمامی مملکت ایران را کہ پارس میگویند مجاز است ۱۲ حالی

گویند در سن نه سالگی بداں مشرف شده سالهائے دراز بتحصیل علوم متعارفه از معقول و منقول و علوم غریبه فنون متنوعه از نجوم و رمل و سائر دانشها که در آں روزگار از جمله کمالات شمرده میشد و هیچکس را بدون آنها فرزانه و حکیم نمیخواندند مشغول بود - گویند ورائے علوم دینیه و فنون حکمیه که میان اهل اسلام دائر و سائر بود بر کتب مقدسه از توریت و انجیل و مجموع صحف انبیا نیز اطلاعے تمام داشت حتی اینکه فضلائے یهود و مسیحیه آن کتاب ها را ازو اخذ میکردند - و آنچه از کلام خودش در سفرنامه مظنون میشود اینقدرست که غالباً از لغت و خط عبرانی بیخبر نبود چه در ذکر فلسطین مضمون بعضے کتابها که به خط عبری نوشته بودند شرح داده و بیان کرده است مع القصه بعد از رسوخ در کمالات علمی سالها بر محصلین درس میگفت و بکشف معضلات و فتح مغلقات از دقائق عقلیه و مسائل نقلیه مشغوف بود تا آنکه بتقریبے از بلخ به مرو شاهجان که امروز مطمح نظر دولت روسیه است شتافت - مرو اگرچه الحال از تاتار مطلق العنان محسوب میشود فاما در زمان پیشین از بلاد معتبره ممالک خراسان و پایتخت سلاجقه بوده است و در عهد سلاطین عجم و هم در دولت اسلامیه اکثرے از علما و حکما از اینجا برخاسته اند - بالجمله کار ناصر خسرو در مرو بالا گرفت - آنوقت طغرل بک سلجوقی در نیشاپور و کهین برادرش چغر بک در مرو بر مسند حکومت جا داشتند ناصر را در خدمت چغر بک قرب اختصاص بهم رسیده در سلک پیران دولت منسلک شد و چنانکه خود در سفرنامه میگوید از جمله متصرفان در اموال و اعمال سلطانی و متصدی مهمات دیوانی گشت

از تاریخ تمدن اهل اسلام لائح میشود که در قرنهائے پیشین کسانے که بلقب فلاسفه اسلام ملقب بوده اند قاطبة روزگار به ترک و تجرید میگذرانیدند و هرگز تن بخدمت ملوک و سلاطین در نمیدادند - و اول کسیکه از میان ایشان خدمت ملوک را اختیار کرد شیخ الرئیس ابو علی ابن سینا بود که غالب ایام حیاتش در وزارت آل بویه بسر آمده - صاحب روضة الصفا مینویسد که

بعد از شیخ الرئیس اکثرے از حکمائے اسلام کہ ملازمت حکام و ارباب فرمان اختیار کردند ہمہ اقتدا بہ شیخ کردند" از انجا کہ اصل شیخ ابو علی[۵۱] و ناصر خسرو از بلخ بودہ است و عروج شیخ بہ معارج حشمت و جاہ کہ در دولت آل بویہ او را دست دادہ[۵۲] ناصر را در عین شباب مسموع افتادہ باشد و نیز ناصر خسرو بجزم و یقین دانستہ کہ اینہمہ شہرت و عظمت شیخ بجز بہ قرب سلاطین ہرگز صورت نمے بست لاجرم حکم میتوان کرد کہ اینہمہ اسباب ناصر خسرو را بخدمت آل سلجوق مائل کردہ و از گوشہ عزلت بدار الملک مرو کشیدہ باشد۔ اگرچہ ناصر خسرو چنانکہ بعد ازیں گفتہ شود دیرے گذشتہ کہ از خدمت چغر بیک آزاد شدہ و دیگر پیرامون آن نگردیدہ امّا برادرش خواجہ ابوالفتح عبد الجلیل در عہد طغرل بیک و پسرش خواجہ معین الدین در زمان ملک شاہ سلجوقی تا زمان ممتد ملازم دیوان و معتمد درگاہ بودہ اند۔

علی الجملہ تا سال چار صد و سی و ہفت ہجریہ کہ چہل و دو سال از عمر ناصر خسرو گذشتہ بود روزگارش در خدمت امیر چغر بیک ہمبریں منوال بود تا آنکہ داعیہ سفر حجاز چنانکہ در سفرنامہ وا نمودہ است او را از جا بر انگیخت و از مشاغل دیوانی بکلّی دست شست تمامت اسباب جاہ و حشمت را پدرود گفت و کہین برادر خود ابو سعید و یک غلام را ہمراہ گرفتہ رحلتے کہ رو داد آں و دریں سفرنامہ رقم کردہ اختیار نمود و از بلاد خراسان و عراق عجم و آذربائجان بہ آرمینیہ رسیدہ و از آنجا بہ شام و فلسطین و عراق عرب عبور دادہ در موسم حج وارد مکہ محترمہ شد۔ بعد ازیں بمصر رفت۔ و قریب سہ سال در آنجا اقامت داشت۔ و در زمان اقامت مصر دو بار بہ حج بیت اللہ و زیارت روضہ منورہ جناب رسالت مآب شرفہما اللہ تشریفاً در حجاز آمدہ باز بمصر

۵۱ پدر ابو علی از عمال بلخ بود و در ایام سلطنت نوح سامانی بجانب بخارا رفتہ و ابو علی ہم در آنجا در سنہ ۳۷۳ ہجری متولد شدہ۔ ۱۲

۵۲ ولادت ناصر خسرو بعد از ولادت ابو علی بہ بست و یک سال بودہ و در سالیکہ شیخ وفات یافتہ ناصر خسرو سی و سہ سالہ بودہ۔ حالی

اہالی مشرق محو کردہ ایشان را بسوئے خویش مائل سازند خاصہ مستنصر باللہ کہ شصت سال متصدی
امر خلافت بودہ فرصت این کار بیشتر از خلفائے ماضیہ او را دست دادہ بود و ہموارہ از طرف
او جواسیس و دُعاۃ دریں صفحات میرسیدند تا مردم را بہ روش اسمٰعیلیہ دعوت کنند و حکومت
مصر را در لباس مذہب رونق دہند۔ عاقبۃ الامر ظہور مساعی مستنصر بتوسط بساسیری[۱] در بغداد
و حسن صباح[۲] در خراسان آنچنان شدہ کہ ہر کس برأی العین مشاہدہ کردہ۔ پس احتمال میرود
کہ ناصر خسرو را بجہت این مقصد فخیم برگزیدہ در مصر طلب داشتہ باشند کہ ہم از روئے نسب با خلفائے
مصر خویشی داشت و ہم از روئے عقیدت شیفتہ و دلدادۂ خاندان نبوت بود و بعلاوہ علم و فضل
بر رموز سلطنت نیز وقوفے بہم رسانیدہ و مدتے در دولت آل سلجوق بہ تکفل مہمات دیوانی بسر آوردہ
چنانچہ در بعضے از قصائد خویش کہ روداد سفر بیان کردہ است مے فہماند کہ باعث سفر مغرب
جز شوق لقائے مستنصر باللہ چیزے دیگر نبود۔ ما مضمون قصیدۂ مذکور را باید بر وجہ تلخیص در اینجا
ذکر کنیم کہ خالی از ذوق نخواہد بود۔ میگوید۔ "سال سیصد و نود و چار از ہجرت گذشتہ بود کہ مادر مشفق
مرا بر خاک نہاد۔ آنوقت بالندۂ بے شعور مانند رستنی بودم کہ از خاک سیاہ و آب متقطر پدید آمدہ
باز از درجۂ نباتی بمرتبۂ حیوانی رسیدم و روزے چند چون مرغک بے پر ہمچنین بودم تا آنکہ بحالت
چارمین رسیدم و ناطقہ در جسم مکدر راہ یافتہ و اثر مردمی ظاہر شدہ۔ چون عمر من بچہل و دو رسید

[۱] بساسیری غلامے بود از غلامان بہاء الدولہ دیلمی شجاع باہمت کہ باعانت مستنصر تا یک سال قائم بامر اللہ عباسی را محبوس داشتہ و در موصل و بغداد خطبہ بنام مستنصر خواند ۱۲

[۲] حسن صباح مؤسس فرقۂ اسمٰعیلیہ مشرق است کہ در اواخر عہد خلافت مستنصر در ۴۷۱ ہجریہ بمصر رسیدہ مورد عنایات مستنصر شد و بعد از وفات وے در سائر بلاد عجم بگردید و مردم را بامامت نزار ابن مستنصر دعوت کرد و خلقے کثیر را بمذہب اسمٰعیلی متمذہب ساخت و جمعے را بقلعۂ الموت و نواحی قہستان بجہت اشاعت این مذہب فرستاد و آخر تمامی بلاد رودبار و قہستان و غیرہ ملک در حیطۂ تصرف آورد کہ موازی صد سال حکومت اسمٰعیلیان را آن صفحات در ترقی بود تا آنکہ در ۶۵۴ بدست ہولاکو خان نبیرۂ چنگیز خان مغل مستاصل گشت ۱۲ حالی

وخود را از هر کس بهتر یافتم. با خود گفتم البته کسی[1] میباید که از همه خلق بهتر باشد. چون باز از مرغان و شتر از بهائم و خرمابن از درختان و یاقوت از جواهر یا مانند قرآن از کتابها و کعبه از بناها و دل از اعضای بدن و خورشید از ستارگان. پس از جای برخاستم و سفر پیش گرفتم. و من بعد از خانه و گلشن و منظر هیچ یاد نه کردم. پس حاجت خویش از پارسی و تازی و ترکی و سندی و هندی و رومی و عبری و فلسفی و مانوی و صابی و دهری درخواستم و یکر سوال کردم. بسیار از سنگ بستر و بالین ساختم و بسیار از ابر خیمه و چادر کردم. گاهی بر زمینی رسیدم که آب آنجا همچو زهر بود و گاهی بر سر کوهی برآمدم که از وی پیکر بلندتر بود. گاهی مانند شتربان ریسمان در گردن و گاهی مانند اشتر بار بر پشت. همچنین از شهر به آن شهر و از آنجا به آنجا پرسنده و جوینده همی رفتم. بعضی گفتند که شریعت به عقل راست نمی آید زیرا که اسلام به شمشیر[2] قوت گرفته است. اما این سخن به تقلید ایشان قبول نکردم و از حجت و برهان قطع نظر ننمودم زیرا که حق به تقلید میسر نمیشود. بارے چون خدا خواهد که دری از رحمت بگشاید همه دشواریها آسان گردد. آخر بر در شهری[3] رسیدم که آنجا اجرام فلکی بنده و چاکر و تمامی آفاق مسخر بود و صحرای آنجا مانند دیبا پر نقش و نگار بود و آب آنجا مانند کوثر و عسل صافی بود. منازل آن شهر غیر از علم و فضل و صنوبر آن باغ غیر از عقل و خرد نبود. شهری بود که حکمای آنجا همه حریر و دیبا نپوشیدند (مانند فقهای خراسان) بافته پشم باده در بر میکردند. چون در آن شهر رسیدم خرد با من گفت که بیا و حاجت خود طلب کن و از اینجا مگذر. پس من نزدیک پاسبان[4] آن شهر رفتم و راز خویش بگفتم. گفت

[1] مراد از آن جستجوی امام زمان است ۱۲ [2] این سخن تعریض است به سلطنتِ غزنویه و سلاجقه که ملک بقهر و استیلا گرفته بودند. بخلاف علویهٔ مصر که در عقیدهٔ خویش برحم و انصاف از سایر بادشاهان اسلام امتیاز داشتند ۱۲ [3] مراد از آن شهر ملک مصر است که مستنصر بالله حاکم آنجا بود ۱۲ حالی [4]. مراد از پاسبان آن شهر مستنصر بالله است ۱۲ حالی۔

اندوہ مخور۔ ایں شہر حرج برین است پُر از اختران بلند بلکہ بہشت است پُر از پیکرہائے دلربا گفتم کہ مرا نفس ضعیف و نژند شدہ است۔ پس بر درستی تن و سُرخی رنگ من منگر من دارو بے حجت و برہان نمیخورم و از درد نے اندیشم و قول هُنگر نمیشنوم۔ گفت اندوہ مبر کہ من در ینجا طبیبم۔ پس علت خود پیش من مشرح کن۔ من از اول و آخر و علت و معلول و جنس و صنعت و صورت و قادر و تقدیر و مقدر سوال کردم۔ چوں آں مرد دانا ایں سوالہا از من گوش کرد دست قبول بر سینۂ خویش نہاد (کہ رحمت خدا باد برآں دست و برآں سینہ) وگفت آرے دارو با حجت و برہان دہم۔ اما مُہرے محکم بر لبت بہ بندم۔ باز بر شربتے کہ مرا او دو گواہ از انفس و آفاق حاضر کرد۔ پس من آں دارو را قبول کردم۔ وا و مُہرے سخت بر دہانم زد۔ و ہر روز بتدریج چارۂ کار من ہمیکرد۔ تاآنکہ مشتِ خاکِ مرا مانند یاقوت منور ساخت۔ اینک یاقوت منم و آفتاب من کسے است کہ از فروغ وے ایں عالم ظلمانی روشن است۔ خوشا شہرے کہ پاسبانش چناں باشد و خوشا کشتی کہ لنگرش چنیں بود۔ اے آنکہ علم را صورت و فضل را جسم و حکمت را دل و مردمی را ثمرہ و نازش را افتخار بودہ۔ من کہ با جامۂ پشمیں و کالبد لاغر و گونہ اصفر پیش و پیش تو ایستادہ ام۔ الحق کہ بعد از حجر الاسود و خاک پیمبر جز بر دستِ تو لب ننہادہ و من بعد تا وقتیکہ زندہ ام و ہر کجا کہ باشم جز بر شکر تو قلم و کاغذ و دوات نہ رانم"۔

از سیاقت بیان ایں قصیدہ چند نتیجہ استنباط میتواں کرد یکے آنکہ فی الواقع ناصر خسرو آوازہ حسن سیرت مستنصر باللہ شنیدہ سفر مغرب اختیار کردہ بود۔ و نیز از طرزِ حکومتِ خراسان و طریق علمائے آنجا کراہتے میداشت۔ و احترام خویش بہ قدر فضل و کمال و بزرگی و سیادتِ خود از اہلِ وطن توقع نداشت۔ و سخنانے کہ مستنصر باللہ ہنگام ملاقات

چرا او القاکرده آنچناں رازہائے سربستہ بود کہ ناصر خسرو کشف آں نمیتوانست کرد و نیز ازیں قصیده مستفاد میشود کہ مقصود وے از زیارتِ مستنصر جز اکتسابِ سعادت و تحقیقِ راهِ حق و کشفِ معضلاتِ مذہب و رفعِ وساوسِ قلب چیزے دیگر نبود۔ و چوں در سفرنامہ دیده میشود کہ حکیم موصوف ہنگامِ معاودت از مصر بغایت تنگدست بود و در عرضِ راه چند جا بمعونتِ دیگراں محتاج شده بضرورت میباید تسلیم کرد کہ مطلبے ازیں سفرِ دور و دراز طلبِ جاه و دولت نبود و قصائدِ بسیار کہ در مدحِ مستنصر باللہ انشا کرده آنچناں نیست کہ شعرائے تملق و چاپلوس در ستایشِ اہلِ دنیا وضع کنند بلکہ از تمامی مدائحِ وے کہ تا نفسِ اپسین در حقِ مستنصر نوشتہ ثابت میشود کہ او را با کمالِ صدق و یقین و نہایتِ خلوصِ ارادتِ امامِ مفترض الطاعة میدانستہ ۔

بالجملہ سرگذشتِ حکیم از آنوقت کہ سفرِ وے بپایاں رسید تا آں زماں کہ مردمِ خراسان او را بہ زندقہ و الحاد متہم کرده بقصدِ وے برخاستند و از آنجا گریختہ بکوہستانِ بدخشاں افتاد در پردهٔ اختفا است۔ اگرچہ بعضے از وقائع نسبت بحکیم چناں نوشتہ اند کہ میتواں گفت بعد از سفرِ مغرب و جلائے وطن مر او را روداده باشد چوں رسیدن بہ بغداد و گیلان و دستدار و مدتے با علمائے آں دیار بحث کردن و ہنگامِ مراجعت بصحبتِ شیخ المشائخ ابو الحسن خرقانی فائز شدن و بر دستِ شیخ بیعت نمودن و چند مدت در خدمتِ ایشاں روزگار گزرانیدن و امثالِ ذلک اما ہیچ از اینہا در نظرِ تحقیق وثوق را نشاید۔ بہرحال منشائے خلافِ اہلِ خراسان را بعضے چنیں نوشتہ اند کہ او را کتابے است مسمّٰی بہ روشنائی نامہ کہ از آفرینشِ عالم و حقیقتِ روح و اسرارِ تکوین در آں کتاب سخن رانده است و حرفہا سروده کہ بر زندقہ و الحاد قائل دلالت دارد و ازیں سبب خلقے بر خلافِ او کمر بستند۔ و چوں دیوانِ او را ملاحظہ کنیم

ہم چیزہائے بسیار ازیں قسم میابیم۔ یکجا از حشر جسمانی استبعاد میکند و جائے دیگر بر وضع کائنات خُردہ میگیرد۔ و ہمچنیں ہر گونہ وساوس خطرات کہ بر خاطرش میگذرد باکمال بے باکی و آزادی حوالۂ قلم میسازد۔ اما اینہمہ چیزہائے نبایست سبب انکارِ مردم شود۔ چہ سُنّتِ مستمرہ شعرائے ایران زمین است کہ غالب اوقات برخلافِ قانونِ شرع نغمہ ہائے خارج آہنگ سرایند و باخدا و اہلِ خدا شوخیہا کنند ولے چوں اکثر اقوال ایشاں نہ از عالم حال باشد اہلِ شرع حمل برہزل کنند و بحکم یَقُولُونَ مَا لَا یَفْعَلُونَ۔ ایشاں را معذور دارند۔ بعضے دیگر گفتہ اند کہ او از علوم غریبہ و تناسخ سخن میگفت و مقالاتِ او از فہم علمائے زماں بلند تر واقع شدہ لاجرم در طبائع خاص و عام از وے وحشتے پدید آمد و قصدِ او کردند پس از خراسان سفر کردہ بجانب بلخ رفت و آنجا نیز متواری بود تا آخر بکوہستانِ بدخشاں افتاد۔ ایں سخن چندانکہ غور کردہ شود ہیچ استبعادے ندارد۔ چہ در طبقہ از طبقاتِ اسلام جمعے کہ خلافِ جمہور حرفے بر زبان آوردند از دستِ فقہائے زماں چہ جفاہا کہ نکشیدند و چہ بلاہا کہ ندیدند۔ اما ورائے ایں ہمہ اسباب سببے دیگر بود کہ سائر اہلِ خراسان را از جا در آورد۔ خاوندشاہ در روضۃ الصفا و بہ تبعیت او صاحب حبیب السیر و دبستان المذاہب نوشتہ اند کہ "امیر ناصر چوں از مصر مراجعت کردہ باز بخراسان رسید مردم را بخلافتِ مستنصر و روشِ اسمٰعیلیہ دعوت میکرد۔ اعدا قصدِ وے کردند۔ خوف و ہراس بر او استیلا یافت و در جبلے از جبالِ بدخشاں پنہاں گشتہ بست سال بہ آب و گیاہ قناعت نمود۔" ہر چند در سفرنامہ دلیلے روشن برینمعنی یافت نمیشود۔ اما چنانکہ بالا ذکر کردہ شد از نیقدر انکار نمیتواں کرد کہ ناصر خسرو را تو اوردے کہ از مصر برائے اہلِ وطن آورد محبتِ علویہ مصر بود۔ و علی الخصوص از مناقب مستنصر باللہ سینہ و دل لبریز داشت بے از قصاید طوال در مدح وے انشا کردہ و ہم در سفرنامہ عدل و داد او را بیش از بیش ستایش

نمودہ۔ وچنانکہ از مضمونِ قصیدۂ مذکورہ الصدر متبادر میشود میباید بہ دعوتِ روشِ اسمٰعیلیہ
و نشرِ مناقبِ ایشاں اقدام کردہ باشد۔ ونیز در یک قصیدۂ فخریہ بدیں مطلب اشعارے کردہ است
جائیکہ میگوید ؎

ازیرا نظیرم کسے در نیابد — کہ بر راے آں رہبرِ بے نظیرم
نہ بس فخرم آں کہ امامِ زماں را — سوئے عاقلانِ خراسان سفیرم

پس علمائے خراسان و ماوراء النہر کہ با خلفائے بغداد غایتِ عصبیت داشتند و علویۂ مصر را غاصبِ
خلافت وضال و مضل مے شمردند البتہ ایں صدائے غریب را گوش کردہ با حکیم درآویختہ باشند و
اہالیِ ملک و ولاۃِ عہد را بخلافِ وے برانگیختہ۔ حکیم نیز در بعضے اشعارِ خود دشمنیِ اہلِ خراسان را
بر دوستیِ اہلِ بیت بنا نہادہ است جائیکہ میگوید ؎

گرچہ مرا اصل خراسانی است — از پسِ پیری و مہی و سری
دوستیِ عترت و خانِ رسول — کرد مرا یمگی و مازندری

راس و رئیس مدعیانِ حکیم یکے مفتیِ خراسان بود حنفی المذہب و دیگر حاکمِ بلخ کہ در اکثرے از اشعارِ
وے روئے شکایت با ایشان است و قصائد بسیار کہ دریں خصوص گفتہ است دلالت دارد
برانیکہ تا آخرِ عمر از دوریِ وطن و جورِ اہالیِ وطن میناليد و شب و روز فریاد و زاری میکرد۔ در بعضے
اشعارِ خود با ولایتِ خراسان خطاب کردہ میگوید کہ "اے خراسان اگر حالِ تو بے من مبارک و
میمون است بارے احوالِ من بے تو دگرگون است۔ مرا فرومایگان کہ از نمازِ خویش ساہون باشند
از خانماں برآمدند۔ ہمانا کہ ایزد تعالیٰ بشامتِ ایں فرومایگاں خشمِ خود بر خراسان باریدہ است کہ
او باشے چند بے خان و ماں امروز در آنجا خان و خاتون شدہ اند۔ آرے دنیا بہشتِ کافران و زندانِ
مومن است و ازینجاست کہ تو اے حاکمِ بلخ، در بلخ چوں بہشتی و من در یمگان محبوس و مسجون ماندہ ام

تو از جہل در ملک ہمچو فرعونی و من از علم در زندان مانندۂ ذوالنونم"۔ و نیز میگوید "اگر اکنون فلک
رام من نیست ہیچ غم نباشد که مدتہا رام من بودہ است۔ اگر تن من از گلشن دور است گو باش
چرا که از دلِ پر حکمت در گلشنم۔ مرا بر گرسنگی صبر کردن خوشتر از آن است که طعام از دست فرومایگان
دریابم۔ اکنون برآں سرم که ازیں چاہِ زشت و ژرف که مراد از دنیا باشد بالا روم و سوئے بہشت
عدن یکے نردبانے برنہم که یک پایہ از صلوٰۃ و پایۂ دیگر از صیام داشته باشد۔ یکچند مرا در پیشگاہ
ملوک و مجلس سلاطین میستودند۔ اما اکنون از گردش روزگار چیزے دیگر گشته ام که گوئی خود
آں آب و گل نه ام که پیش ازیں داشتم۔ چوں فلک با من اینگونه بازیہا کردہ است بنابراں
از جفائے او دل پر از کین دارم۔ و برآں سرم که از وے کین خود بکشم و امیدوارم که مستنصر باللہ از خدا
برا و لیائے شیاطینم نصرت دہد۔ و آں زمانه بیوفائی پیشین من باز پیش من بندہ شود۔ و فردا
بفر دولت مستنصر مجالس حجر و کنار جوزا نیابم"۔ و دیگر ازیں نوع گلہ ہائے دردمندانه در دیوان
اشعارش بسیار است چنیں بنماید که عقیدتِ مستنصر باللہ و دوستے که در نشر فضائل و محامدِ وے
داشت بر حبِ جاہ و دنیا طلبی او غالب آمدہ بود۔ چه با آنکه علمائے بر خلافِ او کمر بسته قصدِ ہلاک
او کردند و از نہانخانۂ دانش برآمدند و جاہ و اعتبار یکه در دولتِ عہد داشت بکلّی از دست دادہ بود
باز تا دمِ آخریں ازیں ترانه دلکش خاموش نشدہ۔ اگرچه آں ہمه جد و جہد او در ایامِ حیاتِ وے
کارے از پیش نبردہ و در بادی النظر ثمرہ برآں مترتب نشدہ اما در نظرِ راقم آتشے را که بعد از
وفاتِ وے بسعی حسن صباح از ممالکِ خراسان سر بر زدہ و تا مدتِ صد سال از پا ننشست
اثر ہماں اخگرِ افسردہ باید پنداشت که ناصر خسرو در دلہائے مردم نہاں گذاشته بود۔

مع القصه بعد از آنکه اہالی وطن با او مخالفت ورزیدند از خراسان گریخته بدرۂ یمگان
که از اعمالِ بدخشاں است و او خود را بداں نسبت یمگی گفته است شتافت و سالیان دراز تا آخر نفس

واپسین ہمہ آنجا بودہ بعد از وفات ہم در آنجا مدفون گشت۔ گویند مردم آں نواحے با حکیم اعتقادِ زیادہ دارند و مرقدِ او را تعظیم و احترام بسیار میکنند۔ بعضے او را سلطان مینویسند و بعضے شاہ و بعضے امیر و حکیم۔ و دربارۂ مذہب اعتقاد وے اقوال مختلفہ رقم کردہ اند۔ رضا قلیخاں در مجمع الفصحاء او را بر مذہبِ حق گفتہ است کہ پیش وے منحصر در طریقۂ اثنا عشریہ است۔ اما ایں سخن خیالے بیش نیست۔ در سفرنامہ ہر جا کہ شیعیان را ذکر کردہ است چناں مینماید کہ از یں طائفہ اجنبیت تمام دارد۔ یکجا در ذکر بعضے مواضع شام میگوید "قبر ابی ہریرہ آنجاست بیرونِ شہر در جانب قبلہ اما کسے آنجا بزیارت نتواند رفتن کہ مردم آنجا ہمہ شیعہ باشند و چوں کسے آنجا بزیارت رود کودکان غوغا کنند و غلبہ بسر آنکس برند و زحمت دہند و سنگ اندازند۔ ازیں سبب من نتوانستم زیارت آں کردن"۔ و چارلس شیفر در ترجمۂ سفرنامۂ خویش چند بیت از حکیم متضمن انکارِ حشر جسمانی و جواب آں از محقق طوسی نقل کردہ است و از جوابے کہ محقق نوشتہ پیداست کہ او حکیم ناصر را از مومنین صادقین نمیدانست و آں ابیات این است (ناصر خسرو)

مردکے را بدشت گرگ درید — زو بخوردند کرکس و زاغاں
ایں یکے رید بر سرِ کہسار — واں دگر رید در بُنِ چاہاں
اینچنیں کس بحشر زندہ شود — تیز در ریش مردکِ ناداں

(محقق طوسی)

ایں چنیں کس بحشر زندہ شود — گر نماید عنصرش جُز جُز
ز اولیں بار نیست مشکل تر — تیز در ریش ناصر خسرو

اما اینقدر البتہ قابلِ تسلیم است کہ پدرش خواجہ معین الدین چنانکہ نور اللہ شوستری در مجالس المومنین گفتہ مذہب تشیع داشت و با آنکہ در دیوان ملک شاہ سلجوقی ملازم بود۔ باز تقیہ

نمیکرد و علانیه بر طریقۂ اثنا عشریه سلوک مینمود۔ ولاکن قاضی موصوف که هیچ صوفی و حکیم را در مجالس المؤمنین از خلعتِ تشیع محروم نگذاشته در حق ناصر خسرو هیچ نگفته است۔

دولت شاه سمرقندی میگوید "که ناصر خسرو را بعضے عارف و موحد و بعضے دہری و طبیعی گفته اند۔ و گویند به تناسخ" و نیز میگوید که "بصحبتِ شیخ ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ رسیده مدتها بریاضت و تصفیۂ باطن مشغول بود" اما هیچ ازیں سخنان تا بشهادتِ مقرون نباشد قابل وثوق نیست و صاحب روضة الصفا و حبیب السیر او را از اسمٰعیلیه محسوب داشته اند۔ و صاحب بستان المذاہب باوجود این نسبت او را مدح و ستایش نیز کرده و بغایت مقید امور شرعی وانموده است۔ و حق آنست که تا هنگامِ مراجعت از سفرِ مغرب بر طریقۂ جمهورِ اہلِ سنت سلوک داشت و اکثرے از عباراتِ سفرنامه برہمیں معنی دلالت میکند۔ جناب عائشه صدیقه و عمر فاروق را به آدابیکه شعارِ سنیان است نام برده است و سائر مناسک حج بروفق مذہب اہل سنت بیان نموده و در بعضے از اشعارِ او دیده ام که حضرتِ صدیق و فاروق و ذی النورین را بصدق و عدل و حیا ستوده است۔ اما شک نیست که در زمانِ اقامتِ مصر که سه سال طول کشید و با مردم اسمٰعیلیه معاشرت و مصاحبت اتفاق افتاده انقلابے عظیم در خواطر و افکارش راه یافته۔ و اگر هیچ نگوئیم اینقدر خود میباید تسلیم کنیم که روشِ اسمٰعیلیه را به نمیدانست و خلافتِ فاطمیین را در برابر خلافت عباسیه به استحقاق نزدیکتر مے پنداشت و علی مرتضی را بر خلفائے ثلثه تفضیل میداد و ائمه اہلِ بیت را سرچشمۂ علم باطن و خازن اسرار شریعت میدانست و نیز متمذہب بمذہب کسے از ائمه مجتہدین نبود۔ و تقلید و اہلِ تقلید را جابجا در اشعارِ خود نکوہش کرده و بعلاوه آں بعضے از معتقداتِ خاصه اسمٰعیلیان نیز از کلامش مستفاد میشود مانند قول بہ نفس کلی که آنرا مصدرِ کائنات دانند و دریں عقیده از سائر فرقِ اسلامیه متفرد اند که ایں اصل از اُمہاتِ عقائدِ ایشان است و ناصر خسرو در ثیاب

چناں فرمودہ است ؎

ترا نفس کلی چو بشناسی او را نگہ دارد از جہل و عصیان و نسیان
کل از نفس کل یافتست آں عنایت کہ تو خوش منش گشتہ زان و شادان
زر و سیم و گوہر شد از کان عالم چو پیوستہ شد نفس کلی بار کان

دیگر چیزہا ے بسیار ازیں نوع در دیوان اشعارش میتوان یافت اما چنانکہ اہل خراسان گمان کردند ہرگز از منہج قویم اسلام تجاوز نہ کردہ و بر اصول اسلام از توحید و رسالت و معاد تا دم واپسین ثابت قدم بودہ چنانکہ میفرماید ؎

بنا لم بتو اے قدیم قدیر ز اہل خراساں صغیر و کبیر
چہ کردم کہ از من رمیدہ شدند ہمے خویش بیگانہ بر خیر خیر
مقرم بفرمان پیغمبرست نہ انباز گفتم ترا نے نظیر
بہ اُمت رسانید پیغام تو محمد رسولت بشیر و نذیر
نیاورد قرآں بہ پیغمبرت مگر جبرئیل آں مبارک سفیر
مقرم بمرگ و بحشر و حساب کتابت زبر دارم اندر ضمیر

این است خلاصہ آنچہ متعلق بہ مذہب و عقیدۂ حکیم از کلام خودش مستفاد میشود۔ و در مثنوی مظہر العجائب کہ منسوب بہ شیخ عطار ست قدس سرہٗ فضائل و مقامات وے آنچناں مذکور شدہ کہ میباید او را از زمرۂ عرفا و واصلین مسالک شمارند۔ اما چوں در تذکرۃ الاولیا کہ از مصنفات معتبر حضرت شیخ است اشعارے بذکر حکیم نرفتہ۔ گمان میرود کہ مثنوی مذکور از ملحقات باشد چہ معتقدان ناصر خسرو ازیں قسم سخنان در حق وے بسیار تراشیدہ اند۔ زکریا ابن محمود قزوینی در جغرافیۂ خود کہ آثار البلاد و اخبار العباد نام دارد دربارۂ او چناں نوشتہ است کہ در عہد حکومت

حسام الدین ابوالمؤید ابن نعمان حاکم بلخ چوں مردم ازو منحرف شدند بجانب یمگان شتافت و
و در آنجا بہ نیروے دستگاہے کہ در علوم غریبہ و تسخیر روحانیات داشت قلعہ ہائے منیع و ایوان ہائے
رفیع برپا کرد۔" ہمچنیں در ندامت نامہ کہ بحکیم نسبت کردہ اند۔ و حاجی لطف علیخاں آذر جامع
تذکرۂ آتشکدہ و بعضے دیگر تذکرہ نگاران در ترجمۂ حکیم آنرا از اول تا آخر نقل نمودہ اند۔ ازیں نوع
داستانہائے بے سروبن بسیار است کہ ہیچ با عقل و عادت و تاریخ و جغرافیہ آشتی ندارد، و در جاہائے
بسیار منافی قول حکیم ست۔ مثل آنکہ در مصر و بغداد و گیلان و بدخشاں ہر جا کہ رفتہ علی الفور بوزارت
اختصاص یافتہ و بہ جمیع امور مالی و ملکی متصرف گشتہ۔ چہ ازیں قسم اتفاقات بعلاوہ آنکہ سفرنامہ
تکذیب آں میکند خلاف عادت روزگار نیز باشد۔ یا آنکہ روحانیاں را تسخیر کردہ بہر کاریکہ
میخواستہ باو مے داشتہ و آنہا در طرفۃ العین آں کار را بانجام مے رسانیدند حتی آنکہ یکجا
مریخ از آسماں فرود آمدہ بحسب خواہش حکیم سیصد نفر را بقتل در آوردہ۔ یا آنکہ رسیدن حکیم
از مصر بہ بغداد در عہد القادر باللہ کہ با تاریخ مباینت کلی دارد۔ چہ وفات خلیفۂ موصوف میان
چہار صد و بست و دو و مراجعت ناصر از مصر در سال چہار صد و چہل و یک اتفاق افتادہ۔ یا آنکہ
در بعضے از مجالس عراق فاریابی را در بحث حشر و نشر الزام صریح دادہ بود، حالانکہ تاریخ ازیں معنی
ابا میکند۔ زیرا کہ ہیچکس از مشاہیر اسلام غیر از ظہیر الدین شاعر کہ مادح قزل ارسلان است بلقب
فاریابی شہرت نداشتہ و او اصلاً معاصر ناصر خسرو نبودہ۔ چہ وفات او بعد از وفات ناصر خسرو
بیک صد و ہفدہ سال وقوع شدہ است و اگر گویند کہ مراد از فاریابی حکیم ابونصر فارابی است پس
غلطی آں ظاہر تر است۔ زیرا کہ ابونصر در اوائل مائۃ رابعہ از دنیا رحلت کردہ و ناصر خسرو در اواخر
قرن مذکور خلعت ہستی پوشیدہ پس معاصرت چگونہ صورت بندد و با قطع نظر ازاں اصل ابونصر از
فاراب است نہ از فاریاب۔ یا آنکہ روحانیے را چوں براہلاک پادشاہ ملاحدہ در گیلان برگماشت

وحال او متغیر گشتہ مشرف بر ہلاک شد خواست تا بحیلۂ از گیلان بیرون رود و پس از پسر ملک رخصت طلبید تا گیاہے کہ آن مرض را علاج بود و در صحرائے دمشق یافت میشد در دمشق رفتہ برائے ملک بیارد و حال آنکہ مسافت درمیانہ گیلان و دمشق کمتر از ہزار و پانصد میل انگلیسی نخواہد بود۔ و بعلاوہ اینہمہ ثبوت را باطیل وجود ملاحدہ در ایران چنانکہ در رسالۂ مذکور تصریح رفتہ است ہرگز در عہد ناصر خسرو نبودہ۔ چہ حکومت اسمٰعیلیۂ مشرق کہ من بعد بملاحدہ و باطنیہ موسوم گشتند در ممالک ایران در سال چہارصد و ہشتاد و چہار بوجود آمدہ است و آنوقت بر وفات ناصر خسرو سہ سال گذشتہ بود۔ و اما تسمیۂ ایشان باسم ملاحدہ پس در اواخر قرن سادس واقع شدہ۔ ہمچنین چیزہائے بسیار درین رسالہ آنچنان است کہ در نظر تحقیق ہیچ نمے ارزد۔ صاحب دبستان المذاہب در حق این رسالہ میگوید کہ بعضے از جہال ندامت نامہ در باب معاشرت با اسمٰعیلیۂ الموتیہ[۱] ساختہ اند و حال آنکہ او تابع اسمٰعیلیۂ مغرب است با الموتیہ موافقت و مصاحبت نداشت این ست آنچہ در باب ناصر از اسمٰعیلیہ شنودہ و در کتب تواریخ دیدہ شد۔

غالب آنست کہ بعد از وفات حکیم بعضے معتقدان او چون دیدند کہ فقہائے زمان او را بزندقہ و الحاد متہم دارند و ہیچکس از و یاد نمیکنند آنوقت این افسانہائے بے سر و بن وضع کردہ باشند۔ چہ اکثرے از مقاصد آنست کہ در ندامت نامۂ مذکور تحصیل انتزاع ساحت حکیم از الزامات علما و فقہائے آن زمان میکنند۔ و چون عادت پیشینیان آن بود کہ ہرکرا برگزیدۂ درگاہ الٰہی و ایشانرا در تعریف بر ذکر صلاح و تقوے و صدق و دیانت اکتفا نمیشدند بل باموریکہ خرق العقل و العادۃ باشد نیز متصف میساختند۔ لاجرم قصہ ہائے شگرف و افسانہائے غریب و عجیب در بیان درج نمودند۔ اما با اینہمہ خرافاتی کہ مذکور شد بعضے از وقائع صحیحہ متعلق بسیرت حکیم ازین رسالہ

[۱] الموت نام قلعہ ایست در خراسان کہ ابتدا سلاطین اسمٰعیلیۂ مشرق از آنجا شدہ و اینہا را سبب اسمٰعیلیان ایران الموتیہ خوانند ۱۲ حالی

استخراج میتواں کرد۔ ازانجملہ یکے نوشتنِ تفسیر بر قرآن مجید است موافق اصول مذہب اسمٰعیلیہ اگرچہ از رسالۂ مذکور سببِ ارتکاب ایں فعل چناں معلوم میشود کہ چوں در قلمروِ ملاحدہ رسید و ایشاں براو دست یافتند۔ بادشاہ ملاحدہ او را بریں کار مجبور ساخت و در صورتِ امتناع بقتل تہدید کرد پس بخوفِ تلفِ نفس و رخصتِ شرع بر نوشتنِ آں اقدام نمود۔ اما چنانکہ بالا ذکر کردیم آنوقت طائفہ ملاحدہ در مشرق زمین ہیچ وجودے نداشت۔ پس معلوم شد کہ تفسیر مذکور در حالتِ اختیار نہ از روئے اضطرار نوشتہ بود و مدتہا بنام ناصر خسرو نوشتہ ہا روا شتہ ورنہ کسے را کہ در صدد ایراء نفس حکیم از طعن اسمٰعیلیت باشد چہ ضرور بود کہ تفسیر مذکور را باو نسبت میکرد۔

اکنوں باز بر سرِ سخن رویم۔ در تاریخ وفاتِ حکیم نیز مانند سالِ ولادتِ او اختلاف کردہ اند دولت شاہ سمرقندی میگوید۔ در سالِ چار صد و سی و یک اتفاق افتادہ اما سفرنامۂ وے بہ بطلانِ آں گواہی میدہد۔ چہ سفرِ مغرب خود در سالِ مزبور واقع نشدہ بود۔ تا بسفرِ آخرت چہ رسد و طامس ولیم بیل در مفتاح التواریخ ۴۸۱ھ سنہ چار صد و چہل و یک نوشتہ است۔ ایں قول نیز چوں قولِ سابق درست نیست چہ بریں تقدیر لازم مے آید کہ مدتِ حیات از زائد بر چہل و ہفت سال نباشد۔ لاکن قصیدۂ کہ در شصت و دو سالگی گفتہ در دیوانِ اشعارش یافتہ ایم۔ و ایں دو بیت ازانجا نقل میشود ؎

گر تنم از گلشن دور است من	از دلِ پر حکمت در گلشنم
شصت و دو سال است کہ کوبد ہمے	روز و شباں گردونِ رہاونم

صاحب حبیب السیر میگوید کہ ایامِ حیاتِ ناصر بعقیدۂ صاحبِ تاریخ گزیدہ از صد سال متجاوز بود و صاحب مجمع الفصحاء گفتہ کہ یک صد و چہل سال عمر یافت و در سنہ ۵۳۴ھ بعالمِ باقی شتافت و با شیخ الرئیس ابو نصر ملاقات و مقالات نمودہ۔ اما اینہمہ اقوال از پیرایۂ صحت عاری واز زیورِ تحقیق

عاطل است و صحیح ترینِ اقوال آنست کہ حاجی خلفا در تقویم التواریخ نوشتہ و آں سال چار صد و ہشتاد و یک از ہجرت خاتم الانبیا است (علیہ التحیۃ والثناء) و نیز ازیں کتاب معلوم میشود کہ وفاتِ حکیم ناصر خسرو و رحلت جدّنا شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہروی در یک سال واقع شدہ و بریں تقدیر عمرِ حکیم ہشتاد و ہفت سال بر مے آید۔

از مصنّفاتِ حکیم یکے روشنائی نامہ در نظم و دیگر کنز الحقائق در نثر شہرت دارد اما چنین کہ ملاحظہ میکنیم اور اغیر ازیں نیز تصنیفات بسیار است از انجملہ یکے کتاب الندامۃ فی زاد القیامۃ در لغتِ تازی است کہ چارلس شیفر در ترجمۂ خود ذکر آں میکند و میگوید کہ "ناصر خسرو در ایں کتاب اظہار ندامت و انفعال از زلات و خطایائے خود کردہ است و در بادی النظر چناں مینماید کہ بنیادِ آں بر خیالاتِ بحث و افکارِ لاطائل است اما اگر بغور دیدہ شود بعضے افاداتِ جلیلہ و اقعیہ نیز از آں استنباط میتواں کرد۔ و میر متقی کاشی آنرا از تازی بہ پارسی ترجمہ کردہ است۔" و صاحبِ سلم السموات از جملۂ کتابہائے او در نظم کتابے موسوم بہ سعادت نامہ نشان دادہ است۔ دیگر احوال ایں کتاب ہیچ ننوشتہ۔ و در ضمنِ رسالہ کہ سخن در تغلیطِ آں بالا گذشت۔ مصنّفاتِ عدیدہ با حکیم نسبت کردہ شدہ است چوں کتاب مستوفی در فقہ و زاد المسافرین در معقولات و قانونِ اعظم و دستور الاعظم و تفسیر قرآن مجید و امثال ذالک۔ اگرچہ مضمون ایں رسالہ اصلا قابلِ التفات نیست اما غالب آنست کہ مردم آنوقت ایں کتابہا را از افاداتِ حکیم میدانستند ورنہ نسبت چیزے کہ وجود نباشد با ہیچ کسیکہ علما منکر او باشند چگونہ صورت مے بست۔ و حکیم نیز بر بعضے ازیں کتابہا در شعر افتخار کردہ است چنانچہ میفرماید۔

زِ تصنیفاتِ من زاد المسافر کہ معقولات را اصل است قانون
اگر بر خاکِ افلاطوں بخوانند ثنا خواند مر آں خاکِ فلاطون

دیگر از افادات وے ایں سفرنامہ است کہ در دست داریم والحق کہ بسیار مستحق مدح و ستایش است۔ سادگی الفاظ و راستی بیان کہ دریں سفرنامہ دیدہ میشود گواہ ایں معنی است کہ صنعتہائے بیہودہ و مبالغہ ہائے دور از کار کہ من بعد در منشآت ایران بکلی راہ یافتہ تا قرن خامس ہیچ وجودے نداشت۔ در تمامی سفرنامہ کمتر واقعہ بر خلافِ عقل و عادت ذکر کردہ است۔ و اگر چیزے ازیں قبیل مسموع افتادہ بضرورت روایت کردہ عہدہ آں بر راوی گذاشتہ است۔ در ذکر وادی جہنم کہ در فلسطین است میگوید "مردم عوام چنیں گویند ہر کس بسر آں وادی شود آوازِ دوزخیاں شنود کہ صدا از آنجا برمے آید۔ من آنجا شدم اما چیزے نشنیدم"۔ و در آخر سفرنامہ چناں تصریح کردہ است کہ "ایں سرگذشت آنچہ دیدہ بودم براستی شرح دادم و بعضے کہ بروایت شنیدم اگر در آنجا خلافے باشد خوانندگاں ازیں ضعیف ندانند۔ و مواخذات و نکوہش نکنند"۔ ہر چند در ہر واقعہ سوءِ خاتمہ منظر کردن و باسباب نتائج آں وا رسیدن و از جملہ مشاہدات حوادث منتجہ را التقاط نمودن و حوادث عقیمہ را از میان انداختن و از رسوم و عادات اہالی ہر ملک خصائص ایشاں محققانہ سخن راندن کہ امروز در روزنامہ ہائے اروپا دیدہ میشود دریں کتاب کمتر است فامّا در زمانے کہ ایں روزنامہ مرقوم شدہ علم و معرفتِ مردم در دائرۂ بغایت تنگ محدود بودہ و سرمایۂ آنکہ در ہر باب رائے بتوانند زد از آنچہ مشاہدہ رود و باسباب نتائج آں پے بتواں برد در دست نداشتند۔ پس ہر قدر کہ از قلم ناصر خسرو دریں زمانہ تراوش یافتہ مزیدے بر آں متصور نبود۔ و مع ذلک تا امروز در زبانِ پارسی ایں نوع گذارش واقعات و تصویر مشاہدات ہرگز دیدہ نشدہ۔ بالجملہ ایں سفرنامہ نیز مانند سائر تصنیفاتِ حکیم دریں ممالک ندرتے تمام داشت و دریں جزو زمان جزُ در کتاب خانۂ سرآمدِ سخنورانِ روزگار جناب مستطاب نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر

دہلوی رئیس لوہارو ہیچ جا دیدہ نشدہ ۔ اما در سال ہزار و ہشتصد و ہشتاد و یک مسیحی چارلس شیفر نام یکے از افاضل اروپا بتوسط بعضے از شناختگان دولت انگلیس آں نسخہ[1] را از انجا طلب داشتہ و در لغت فرانسہ ترجمہ کردہ اصل و ترجمہ ہر دو را در محروسۂ پاریس دارالملک فرانسہ طبع ساختہ است چنیں پیداست کہ اکثرے از مؤرخان و تذکرہ نویسان کہ در مصنفات خود بذکر حکیم پرداختہ اند ازیں سفرنامہ بے خبر بودہ اند حتّٰی اینکہ ہیچکس او را در عہد طغرل بیگ و چغر بیگ نشان نداده و بسیارے از واقعات برخلاف ایں سفرنامہ نوشتہ اند۔ و بعضے از ایشاں کہ سفرنامہ را از جملۂ تصنیفات وے شمردہ اند غالباً آنرا بچشم خود ملاحظہ نکردہ ۔ و انچہ حکیم آخر سفرنامہ عزم سفر مشرق ظاہر نمودہ معلوم نیست کہ از قوت بفعل آمدہ یا نہ ۔ اما از بعضے عبارات ایں سفرنامہ پیداست کہ در لاہور و ملتان رسیدہ است +

از مطالعۂ ایں کتاب ثابت میشود کہ نویسندۂ آں بہ علم و فضل و تفحص نظر و راستی گفتار و متانت بیان و ذوق تحقیق موصوف بودہ و اگرچہ در اوائل حال ہم بتقاضائے سن و ہم بحکم اسباب تنعم عفاف و تقوٰے کمتر داشت و بر شرب خمر مواظبت میکرد ۔ اما در آخر عہد شباب بتوبہ و انابت موفق شدہ ترک حشمت و جاہ گفت و بر دولت علم و ذخیرۂ دانش قناعت کردہ دامن از تعلقات روزگار برچید ۔ و برخلاف مشائخ عہد ما کہ ہمہ در گوشۂ مسجد و زاویۂ خانقاہ سیر انفس و آفاق کنند و از کنج عزلت پا بیرون نگذارند مردانہ بر سفر بلاد و امصار و مشاہدۂ عجائب قدرت آفریدگار کمر ہمت بربست +

دیگر حکیم موصوف را دو دیوان اشعار است یکے عربی و دیگر پارسی ۔ دیوان عربی را صاحب

---

[1] ایں نسخہ در عہد جلال الدین محمد اکبر پادشاہ بہ کتابت در آمدہ ۔ مدتے در کتابخانۂ خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش محفوظ ماندہ کہ یکجا حاشیہ بقلم خودش ثبت فرمودہ است و آں متعلق بہ تجدید ہیئت مسیح نیوملی است کہ در سنہ ۱۰۰۰ہجری واقع شدہ ۱۲ حالی

تذکرۂ مجمع الفصحا، از جملۂ تصنیفاتِ وے شمردہ است و دیوان پارسی کہ مشتمل است بر چندیں ہزار بیت در ایران چاپ شدہ بین الناس متداول است۔ و راقم ایں سطور مجموعۂ منتخبے ازاں ہنگام تحریر ایں اوراق از کتابخانۂ سابق الوصف بدست آوردہ است۔ وے ہجت تخلص میکند و احیاناً ناصر و ناصر خسرو نیز بحسب ضرورت در شعر مے آرد۔ غالب اشعارش قصائد و مقطعات است و سخنش با سخن عامۂ شعرا ہیچ نمیماند۔ در یک بیت ندیدہ ام کہ از عشق و جوانی حرفے گفتہ یا بمدح اہلِ دنیا لبے آلودہ باشد۔ مجموعِ دیوانش مشتمل بر مناقبِ ذریۂ رسول ﷺ ولاسیما در محامدِ مستنصر باللہ و مواعظ و حکم و اسرار تکوین و شکایت ابنائے زماں و ذمِ علمائے ظاہر است و غالب اشعار در بحورِ غریبہ قلیلۃ الاستعمال گفتہ۔ اگرچہ عامۂ گفتارش نمک کمتر وارد۔ اما بلاغتِ شاعرانہ را با جزالتِ حکیمانہ جمع کردہ۔ و قدرتے کہ بر اداے مطالب عالیہ در نظم داشتہ در نثر دیگراں ہم نتواں یافت۔ قدرِ یسیرے از کلامش در اینجا نقل میشود۔

در نکوہش ابنائے روزگار

گوئی مرا کہ جوہرِ دیوان ز آتش است دیوانِ ایں زمانہ از گلِ مخمّر ند
جز آدمی نژاد ز آدم دریں جہاں اینہا ز آدم اند چرا جملگی خرند
دعوے کنند آنکہ براہیم زادہ ایم چوں نیک بنگری ہمہ شاگرد آذر ند
خویشی کجا بریم کہ از بہرِ لقمۂ اینجا برادراں ہمہ خصمِ برادرند
نہ کافرے بقاعدہ نہ مومنے بشرط ہمصحبتانِ من نہ مسلماں نہ کافر ند
ہاں تا ازیں گروہ نباشی کہ در جہاں چوں گاو مے خورند چو گرگاں ہمید رند
آں سُنّیاں کہ سیرتِ شاں بغضِ حیدر است حقا کہ دشمنانِ ابوبکر و عمّر ند

وآنانکہ ہست شاں بہ ابابکرؓ دشمنی | چوں دوست اند چوں ہمگی خصم حیدرؓ اند
گر عاقلی زہر دو جماعت سخن مگوے | بگذارشاں بہم کہ نہ افلح[۱] نہ قنبر اند

در وصفِ قلم بطریقِ لغز

آں زرد تنِ لاغرِ گل خوارِ سیہ کار | زرد است و نزار است چنیں باشد گل خوار
ہموارہ سیہ سرش ببرّند ازیراک | ہمصورتِ مار است و ببرّند سرِ مار
تا سرِ سرش نبرّی نکند میل برفتن | چوں سرش ببرّی بدود زود نگونسار
چوں آتش و دوست سیہ کار ولیکن | ایں زآب شود زندہ و زآتش بمرد زار
ہر چندکہ زرد است سخنہاش سیاہ است | گرچہ سخن خلق سیہ نیست بہ گفتار
گنگ است چہ شد ماندہ و گویا چو روان گشت | زیراکہ جدا نیست ز گفتارش رفتار
مرغے است ولیکن عجبے بے پر ازیراک | خوردش ہمہ قار آمد و رفتنش بمنقار
مرغے کہ چو در دست تست جنبید ببیند | در جنبش او عقل ترا مردم ہوشیار
تیرے است کہ سوفارش در رفتن پیش است | ہر چند کہ ہر تیر سپس دارد سوفار
اقرار تو باشد سخنش گرچہ روا نیست | در دیں کہ کسے از کسِ دیگر کند اقرار
دشوار بود بانگ تو از خانہ بہ دہلیز | آساں بود آواے وے از بلخ بہ بلغار
در دست خردمند ہمہ حکمت گوید | جز ژاژ نخاید ہمہ در دست سبکسار
رازِ دلِ من بارے یکسر ہمہ با اوست | زیراکہ امین است و سخنداں و بے آزار
اے مرکبِ علم و سخنِ حکمت ۔ لیکن | انگشت خردمند ترا مرکب راہوار

۱؎ افلح نام غلام ابوبکر صدیق و قنبر نام غلام علی مرتضی ہست ۱۲

در پائے تو بسیار بہ از دیبۂ رومی
ہر چند کہ دیبائے ترا نیست خریدار

در انجامِ کارِ دنیا

ناصر خسرو براہے میگذشت
مست ولایعقل نہ چوں میخوارگاں

دید قبرستان و مبرز روبرو
بانگ برزد گفت کاے نظارگاں

نعمتِ دنیا و نعمت خوارہ بیں
اینش نعمت اینش نعمت خوارگاں

در موعظت

تمییز و ہوش و فکرت پنداری
چوں داد ترا خیرہ خیرباری

تا کار بندی ایں ہمہ آلت را
در غدر و مکر و حیلہ و طراری

دارا برفت مفلس ازیں عالم
با او نرفت ملک و جہانداری

بارو ےچوں نگاری و دانش نہ
گوئی مگر کہ صورتِ دیواری

مردم نزادِ علم بود مردم
نز زیں تنِ مصور و دیداری

تا خامشی میانِ خردمنداں
مردے تمام صورتی و کاری

لیکن گہِ سخن چو پدید آید
کز جان و دل ضعیفی و بیماری

گوئی کہ از نژادِ بزرگانم
گفتار ہی آمدی تو نہ کرداری

بے فضل کمتری تو ز گنجشکے
گرچہ ز پشتِ جعفر طیاری

خطاب بہ آسمان

کار و کردار تو اے گنبدِ زنگاری   نہ ہمے بینم جز مکر و ستمگاری

زنِ بدخو را مانی کہ مرا با تو   سازگاری نہ صواب ست نہ بیزاری

نیستی اہل و سزاوار ستایش را   نہ نکوہش را زیرا کہ نہ مختاری

زینہار اے پسر ایں گنبدِ گرداں را   جز یکے کارکن و بندہ نہ پنداری

ما خداوندِ ترا خانۂ گفتاریم   گر تو اورا فلکا خانۂ کرداری

مور و ماہی را بر خاک و بدریا در   نیست پنہاں شدن از روے بشب تاری

گر ہمے نعمت دائم طلبی او را   بندگی کن بہ درستی و بہ بیداری

ایں یکے چاہ و بیکار زبوں گیر ست   چند گردی ز پسِ او بہ سبکساری

سیرتِ زشت نہ اندر خورِ احرار ست   سیرتِ خوب کو گر تو ز احراری

بہ خوے خوب چو دیبا و چو عنبر شو
گر چہ در شہر نہ بزاز و نہ عطاری



ترجمۂ بعضے از مقالات حکمائے اروپا از انگلیسی در پارسی

۱۔ کسیکہ اصلا بہ گفتار نیاید مانند آنکس کہ ہرگز لب از گفتار نہ بندد۔ خطاب را نشاید۔

۲۔ خود پسنداں را کہ ہیچگاہ جز بہ ستایش خود حرف نمیزنند۔ لب از گفتار نتواں بست۔

۳۔ نکوئی دیگراں راستودن خود را در نکوئی آنہا شریک وانمودن ہست۔

۴۔ یک سخن طبیعت کہ بار بار بر زباں آید اصحاب را ملول سازد۔

۵۔ کسیکہ پیشِ اصحاب غیر از سرگذشتِ خود سخن نمیگوید۔ اگرچہ نفسِ خویش را فربہ میسازد ولاکن اصحاب را جز ملالت نمے افزاید۔

۶۔ کسیکہ عقل ضعیف دارد راست گو نمیتواند شد۔

۷۔ پادشاہان و بزرگاں را بہ صفاتے کہ ندارند ستایش کردن ایشاں را بگناہاں تحریص دادن است

۸۔ جوان کہ رہنمائے جوانے باشد۔ مانندِ نابینائے ہست کہ نابینا را راہ نماید۔ محتمل کہ ہر دو از پا در آیند یا بہ چاہ در افتند۔

۹۔ شرطِ دوستی دوست را بر عیبِ او مطلع گردانیدن ہست نہ از عیبِ خود آگاہ نمودن۔

۱۰۔ کسانیکہ فریبِ ما خوردہ اند در چشمِ ما حقیر مینمایند۔ چنانکہ ما فریبِ دیگراں خوردہ در چشمِ خود حقیر مے نمائیم۔

۱۱۔ کسے را کہ حالِ او موافقِ خواہش او باشد ہر آئینہ خورسند و خوشدل میتواں گفت اما شخصے نمیتواں گفت مگر آنکہ خواہشہائے خود را موافق حالتِ خود کردہ باشد۔

۱۲۔ کسیکہ از دولت و قناعت وسیلت ہیچ ندارد۔ از ستہ رفیقِ و مساز محروم است۔

۱۳۔ کسیکہ بر خطائے دیگراں نمے بخشاید رخنہ در آں پل مے اندازد کہ خود او را از آں عبور میباید کرد

چہ ہیچکس از خطا معصوم نیست۔

۱۴۔ ہر کس فرزنداں را در تنگی و عسرت برائے آں میگذارد کہ بیوہ او پس از مردن او خوشحال و فارغ البال باشد۔ گوئی شاخے سرسبز را قطع مے کند تا شاخ خشک را سرسبز کردہ باشد۔

۱۵۔ زنہار دوستِ چہارم آں کس نہ شوی کہ پیش از تو سہ کس را دوست گرفتہ ہر سہ را از دست دادہ باشد۔

۱۶۔ عہد پیری بشایستہ ترین وجہے بسر بُردن جز خاصاں را میسّر نیست۔

۱۷۔ بر اکثرے از خطاہائے دوستان کہ خُردہ مے گیریم از برائے آنست کہ آں خطاہا در کار ما ہیچ خلل نمے اندازد۔

۱۸۔ حقیقتِ حالِ یک کس بتفصیل دانستن مشکل تر از آں است کہ احوالِ کافۂ ناس باجمال دانستہ باشند۔

۱۹۔ عیبے کہ نتوانی از خود دور کنی در چشم تو جز ہنر ننماید۔

۲۰۔ ہر داعیہ کہ نفس در خاطرِ مردم برمے انگیزد آخر در وقتے از اوقات فرو مے نشیند۔ اما داعیۂ عُجب خود پسندی دائما ہمچناں متحرک می باشد۔

۲۱۔ کسانیکہ استخفافِ مال و دولت میکنند بسیار اند۔ اما کسیکہ ترکِ مال و دولت بگوید کم عنقا دارد۔

۲۲۔ در زندگانی دنیا بعضے از حوادث چناں واقع میشود کہ تا خود را بہ تکلف احمق ننمائیم نتوانیم از سوء عواقب آنہا محفوظ باشیم۔

۲۳۔ ستایش خلق را سزاوار بودن آسان تر است کہ از مذمتِ ایشاں محفوظ ماندن۔ چہ آں بہ یک فعلِ پسندیدہ حاصل میتواں کرد و ایں جز بہ اجتناب از تمامی افعالِ قبیحہ و سائر

اقوال نام رضیۂ صورت نمیتواند بست ۔

۲۴۔ با ہر کہ دوستی ورزیدی ہموارہ بر دوستی او ثابت قدم باش ۔

۲۵۔ ہیچ فریب بدتر از آں نیست کہ کسے را امیدوار کردہ باز نا امید گردانی ۔

۲۶۔ ہیچ چیز در چشم مردم خوش تر از آں نمے نماید کہ کسے ممنون ایشاں باشد و ہیچ آواز در گوش ایشاں شیریں تر از آں نمے آید کہ نغمۂ شکر احسان ایشاں سرایند ۔

۲۷۔ معنیٔ خوشامد آنست کہ کسے را بچا سنے کہ ندارد موصوف گردانند پس دانا باید بہ سخن خوشامد گویاں از جا نرود بل بصفاتیکہ بہ دروغ بر وے بستہ اند خود را بحقیقت متصف گرداند ۔

۲۸۔ علمے کہ تحصیل آں واجب است تقلید نیک کرداراں ست وبس ۔

۲۹۔ بر دیگراں خردہ گرفتن آساں ست اما بر خردہ گیری دیگراں صبر نمودن دشوار ۔

۳۰۔ رازیکہ با دیگراں در میاں مے نہی دیگراں را تکلیف اخفائے آں مدہ ۔

۳۱۔ کسیکہ نسبت کبر بہ دیگرے میکند بہ یقین داں کہ خود متکبر ست ۔

۳۲۔ چندانکہ مے بینیم ہیچکس از کبر خالی نمیبابیم ۔ گوئی ایں خصلت چوں اعضائے بدن در ہر کس از بہر آں آفریدہ اند تا بداں وسیلت از ننگ عیبہا کہ دارند متاذی نشوند ۔

ترجمۂ تہذیب بعضے از مضامین نفیسۂ محاسن الاخلاق مرتبۂ جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ مرحوم از اردو در پارسی حالیہ ایران

کبر و خود پسندی

طبع انسانی چنانکہ مائل بہ کبر و خود پسندی است بہ ہیچ یک از خصائل نیست ۔ ایں صفت در ہر کس

برنگِ دیگر جلوہ میکند و ہر جا بشکلے جداگانہ ظہور مینماید۔ تا بحدیکہ گفتہ اند مغرور ترین مردم آنست کہ ازیں صفت برائت خود میکند۔ و از عجائب خواص انسانی آنست کہ با آنکہ ہیچکس از شائبۂ ایں رذیلت خالی نیست ہرگاہ اثرے ازاں در دیگراں مشاہدہ میرود برایشاں نفریں مے کنند و زبانِ طعن دراز میسازند۔ و تعجب بر تعجب ظاہر مینمایند۔

بعضے از حکما گفتہ اند کہ "متکبراں و خودپسنداں را ہیچکس دوست نمیباشد۔ زیراکہ دوستی را مساواتِ طرفین شرط است و ایشاں بر مساواتِ کس راضی نمے شوند ہمچنیں ہیچکس ایشاں را ناصح نمیتواند شد۔ چہ ناصح باید در مرتبہ از مخاطب افضل و برتر باشد۔ و ایشاں را فضیلت و برتری کس بر خود منظور نیست"۔ چنانکہ قیمت اسپ در اصطبل نسبتہً بہ نخاس بیشتر مینماید ہمچناں مردِ متکبر خود را در نظرِ خویش بہ نسبت آنکہ در چشمِ دیگران ہست بالاتر و گرانقدر تر مے سنجد۔ سوے جز خوشامدگویاں و چاپلوساں کسے را دوست نمیدارد و با بزرگاں عداوت و از خُردان نفرت داشتن و ہمسراں را حقیر شمردن خاصۂ اوست۔

حکیمے گفتہ است کہ "عاقلان لباس را باندازۂ بدن سازند و متکبران بدن را در خورِ لباس۔ یعنی آنہا چنانکہ ہستند ہمچناں خود را ظاہر مے کنند۔ و اینہا از انچہ ہستند بزرگتر وا مینمایند"۔ مرد باید گاہ گاہ در اوقات فرصت بحالِ خود پرداختہ مے اندیشیدہ باشد۔ کہ وجود ایں پیکرِ خاکی کہ مسمّےٰ بہ انسان ہست با ایں فضائے بے پایاں کہ مشتمل بر عوالم بے شمار و سرتاسر روئے زمین در عرصۂ آں ہیچ در حساب ہست چہ نسبت دارد؟ ہمانا چوں گرد موہوے کہ بہمراہی چرخہائے ارابہ بے اختیار در گردش باشد۔ روز و شب و شام و پگاہ بے قصد و ارادت باہوائے جویہ رقص کناں چرخ زناں میرود و مانند صدائے کہ از تارِ طنبور خیزد در بحرِ بیکراں پیوستہ ندشناست۔ پس چیزے را کہ حقیقتِ او ہمچنیں باشد کے میرسد کہ تاجِ غرور

بر سر نهاده بر ابنائے جنس خود که زود با ایشاں در خاکِ گور برابر خواہد شد برتری و تفوق جُوید آیا نمیدانند که او نیز چوں سائر بنی نوع خود بانواع عیب و خطا گرفتار و بغایت مسکنت موصوف است و عارضه از عوارض بشری چوں ملال و کلال و خوف و رجا و شادی و غم آنچناں نیست که بدو عارض نشود وقتیکه بیمار میشود چوں دیگراں بچاره و علاجش احتیاج مے افتد و ہرگاه که خواہد مُرد چوں بیچارگاں و مسکیناں زیر خاک پنهاں کرده خواہد شد۔ چوں صورت بریں منوال است چیزے لائق تر به شانِ او غیر از تواضع و فروتنی و عجز و انکسار نباشد۔ پس آدم خاکی نهاد باید از کمینگاه نفس بر حذر باشد که بیچاره را بصد گونه ریو و رنگ فریفته از آنچه ہست برتر و بزرگتر در نظرش جلوه گر بسازد۔ چنانکه واعظے رہت گفتار را حکایت کنند که چوں از وعظ و تذکیر فارغ شد از بالائے منبر فرود آمد و سامعین بر فصاحت گفتارش صدائے تحسین و آفریں از چہار سو بلند کردند گفت اے عزیزاں دیگر بمدح و ستایش شما حاجت نمانده است۔ چه پیش از آنکه از منبر فرود آیم شیطان بازیں ترانهٔ دلکش مژده گوشِ مرا پُر ساخته از مدح و ستایش دیگراں بے نیاز گردانیده است۔

شجاعت

کسانے که بحکمِ حرص و حُبِّ جاه خود را در مهالک و مخاطر افگنند به شجاعت و جوانمردی موصوف نتواں کرد۔ مانند آنکه در کوہستان سفر دور و دراز از بهر آں اختیار کنند که بر معدنیات دست یابند۔ یا مللِ غیر متمدنه را که تابِ مقاومت با اسلحهٔ جانسوز ایشاں ندانند حلقهٔ اطاعت در گوش و طوقِ غلامی در گردن اندازند۔ ہر آئینه ایشاں را بجائے آنکه شجاع و بهادر نام نهند رہزن و قزاق خواندن اولیٰ تر است۔ چه شجاع بحقیقت آنکس تواند بود که محض نفعِ خلائق انواع محن و مشاق بر نفس خود گوارا کند و جان عزیز را در مواقع خوف و خطر اندازد۔ ہمیں نوع

جوانمرداں بودہ اند، کہ مجسمہ ہائے ایشاں در صنم خانہ ہا نہادہ اند۔ و عبادتخانہ ہا بنام ایشاں طرح انگندہ اند۔ و تماثیل آنہا را قابل پرستش اعتقاد نمودہ ۰

مناصب جلیلہ

آنانکہ بمناصب جلیلہ سلطانی فائز میشوند بتحقیقت سہ چیز را بر خود خداوند میسازند یکے سلطان را کہ آزادی نفس خویش بدست او فروختہ اند و عنان اختیار خود در قبضہ اقتدار او سپردہ۔ دوئم شہرت و ناموری خویش را کہ ہرچہ منافی آں باشد زنہار گرد آں نگردند۔ و جز بکارے اقدام نکنند کہ مقتضائے شہرت و نام و ننگ تواند بود۔ سیوم فرائض منصب خویش را کہ یک لحظہ از فکر آنہا نتوانند آزاد شوند۔ ہمانا طالب منصب آزادی خود فروختہ بعوض آں حکومت بر دیگراں میخرد۔ و اختیارات خویش از دست دادہ بر دیگراں اختیار حاصل میکند۔ تا بمنصب مطلوب نمیرسد۔ انواع رنج و تعب نصیب او میباشد و چوں بداں فائز مے گردد۔ آں ہمہ رنج و تعب یک بدہ میشود۔ و اگر کار بمعزولی کشید پس حیاتش تلخ تر از ممات گشت ۰

مدح و ستایش

مدح و ستایش عامۂ ناس کہ از صورت بمعنی راہ نبردہ اند۔ میباید از صدق و راستی بمراحل دور تر باشد۔ چہ بکنہ حقیقت کمالات پے بردن و مدارج کمالات را از ہم تمیز دادن از حد فہم ایشاں بالاتر ہست۔ پس غالب مدح ایشاں بر کمالات درجۂ ادنے از بذل وجود و بر و احسان و مہمان نوازی و لطف و مدارات و امثال آنہا مقصور میباشد۔ و لیکن کہ گاہ

گاہ بہ کمالاتِ درجۂ اوسط از شجاعت و استقلال و وفاداری و عصبیت مطلع شدہ داد مدح و ثنا دادہ باشند۔ فاما کمالاتِ درجۂ اعلیٰ از خلوص و بے غرضی و رقتِ نوعیت و در مصالحِ عامہ کوشیدن۔ و باصلاحِ مفاسدِ عامہ پرداختن۔ و در فصلِ خصومات حیف و میل بکار نبردن۔ و از حمایتِ مدعیانِ باطل اگرچہ دوست باشند ابا نمودن۔ و در پاسداری حق از مذمتِ عوام نہ اندیشیدن و امثال ذٰلک۔ پس اندازۂ آنہا از سرحدِ فہم و ادراکِ ایشاں بیروں است۔ لاجرم اگر بالفرض کسے در خواہش ہائے ناروا از نصرتِ دوستان پہلو تہی کند۔ آنرا بے وفا و بے مروت نام نہند۔ و ہرکہ در محکمۂ قضا بخلافِ آشنائے شہادت بحق دادہ باشد۔ او را از اراذلِ ناس شمارند۔ ہمچنیں سائر راستبازانِ آزاد منش را بدنام یاد کنند و ایشاں را از تہ دل بے دین و سنگدل و مکار و خائن انگارند۔

ہمدریں معنی نیز چنیں گفتہ اند کہ حسن و قبحِ افعالِ مردم موقوف بر نیتِ ایشانست ہماں یک کار است کہ اگر از نیتِ نیک صادر شدہ است آں را کارِ نیک میتواں گفت و اگر بہ نیتِ بد صدور یافتہ آں را کارِ بد میتواں شمرد۔ مانند آنکہ یکے از ارتکابِ ظلمے کہ جز بہ جرأت و ہمت و زحمت و مشقت اقدام برآں نتواں کرد۔ تحاشی میکند و پہلو تہی ورزد۔ پس چنانکہ میتواں گفت۔ از جبن و نامردی پیرامونِ آں نمیگردد۔ ہمچنیں میتواں گفت کہ بمقتضائے عدالتِ جبلی مرتکبِ جرم نمیشود۔ پس کسانیکہ فضائل و کمالاتِ درجۂ اعلیٰ را نمے توانند اندازہ کرد از امثالِ ایں امور را ہموارہ بر محملِ بد فرود آرند و نیکوکاراں را مستحقِ ذم و نفریں شمارند۔ بلے فضائل و کمالاتِ انسانی بمثابۂ دریا است کہ بر روئے آں غیر از اشیائے کم وزن و خفیف چوں خس و خاشاک و برگِ کاہ ہیچ نمودار نیست۔ و ہرچہ از اشیائے ثقیل و گرانمند باخود دارد جز در قعرِ آں نتواں یافت۔

مشق و مہارت

در طبیعت ہر کس از افراد انسانی استعدادے خاص ودیعت نہادہ اند کہ بہ مشق و مہارت ترقی مے پذیرد۔ و انسان را در آنچہ مشق و مہارت ورزیدہ است بمرتبۂ کمال میرساند کہ کارہائے دشوار را بہ سہل ترین وجہے سرانجام تواند کرد۔ رسن بازان و رقاصان و مغنیان کہ در فنون خود کارہائے عجیب و عملہائے غریب بروئے کار آوردہ تماشائیان را در تعجب مے اندازند نتیجۂ ہمیں مشق و مہارت است۔ کہ ایشان بحکم استعدادات خاصۂ خود بکار بردہ اند۔ ورنہ ہیچ خاصیتے در ذات ایشان آنچنان نیست کہ تماشائیان و بحیرت رفتگان کم و بیش در فطرت خود ہا نداشتہ باشند۔

پیدا است کہ در ہر قوم و ملت بعضے از مردم در بذلہ سنجی و خوش نفسی و بعضے در قصہ گوئی و داستان طرازی۔ و ہمچنیں بعضے در شاعری و بعضے در مصوری و بعضے در فنونِ دیگر شہرۂ روزگار و مشارٌ الیہ بالبنان در دیار و امصار میباشند۔ و عامۂ ناس را گمان آنکہ ایشان از جودتِ ذہن و روشنیِ طبع درین کمالات ید طُولیٰ بہم میرسانند۔ اما کسانیکہ بہ قوانینِ طبیعی پے بردہ و مجاری احوال را نیکو سنجیدہ اند۔ میدانند کہ منشائے کمالات ایں نام آوران جز مشق و مہارت چیزے دیگر نبودہ است۔ آرے ایں قدر ہست کہ استعدادِ ایں کمالات کہ در طبائع ایشان ودیعت کردہ بودند۔ ایشاں بہ مشق و مہارت آں کمالات را از قوۃ بفعل آوردند۔ اگر اصل استعداد در جوہرِ فطرت آنہا راسخ نمیبود و ایشاں بہ وفق استعداداتِ خود توفیق مشق و مہارت در کمالاتِ مزبورہ نمے یافتند۔ زنہار بہ محض جودتِ ذہن و فطانت کارے از پیش نمے بردند۔

درفطرت اکثرے از تجارت پیشگان استعداد شاعری بمرتبۂ کمال ملاحظہ مینمائیم و در بسیارے از شعرا قابلیت فنِ تجارت بدرجۂ غایت مشاہدہ مے کنیم۔ اما نہ آنہا بسبب شغلِ تجارت رشاعری کرشمہ بر روئے کار آوردہ اند و نہ اینہا بسبب انہماک در شعر و سخن از ملکۂ تجارت حظے بودہ اند پس امتیازِ صریحی کہ درمیانۂ حکما و ارباب زراعت یا شعرا و اہلِ تجارت یافتہ میشود منشائے حقیقی آں ہمیں مشق و مہارت است و بس کہ افرادِ یک نوع را از ہم تمیز دادہ بہ خواص مختلفہ و اوصاف متباینہ مخصوص گردانیدہ است۔ ازینجاست کہ ہر عادتے کہ بہ مشق و مہارت رسوخ بیابد۔ ترکِ آں چوں تبدیلِ فطرت مستحیل میگردد و بس مرد باید کہ از تکرارِ فعلِ بد بکلی پرہیز کند۔ مبادا آں فعل رفتہ رفتہ منجر بہ عادت گردد و ازالۂ آں از حیطۂ قدرتِ بشری خارج باشد۔

مصیبت و ناکامی

درکارخانۂ عالم از اقبال و ادبار و ذلت و عزت و ناکامی و کامیابی طرفہ تماشا بنظر مے آید۔ یکے را نکبت و ادبار از چار سو آنچناں فرا گرفتہ است کہ بہر چہ میکوشد راہ بجائے نمے برد و بہر طرف کہ مے شتابد ناکام برمے گردد۔ روز و شب مصائب آفات چوں ابرِ ذرا بر او میبارد و شبِ دیجورِ او بارش ہیچ نوع پایاں نمے پذیرد بخلاف آں دیگرے را بخت و اتفاق چناں مساعد افتادہ است کہ اگر خاک سیاہ را مس میکند طلائے خالص میشود و اگر در شورہ زار تخم مے افشاند زود برگ و بار مے آرد۔ دولتِ بیدار با او عہدِ یکجہتی بستہ است و طالعِ فرخندہ نردِ وفا باختہ۔

اما از آنجا کہ ظہورِ اینہمہ آثارِ مختلفہ و احوالِ متناقضہ راجع بمشیتِ آں حکیمِ علام است کہ فعلے از افعال

یا حکمے از احکامِ او خالی از حکمت نیست۔ پس مرد باید کہ در ہجومِ مصائبِ آلام دامنِ استقلال از دست ندادہ بیقین دانستہ باشد کہ در پردۂ این ہمہ مکروہاتِ ناملائم البتہ حکمتے خاص و مصلحتے عظیم مخفی خواہد بود۔ ازینجاست کہ گفتہ اند "ہر کہ بمصیبتے از مصائب گرفتار نشدہ ہمانا یک روئے دنیا دیدہ از تماشائے روئے دیگر محروم است۔" ہر آئینہ مسرتِ حقیقی حاصل نمیشود مگر آنکہ لذتِ غم چشیدہ باشد۔ حکیم سنیکا مر شاگردانِ خود را ہموارہ پند ہمے داد کہ "لذتِ مصیبت بچشید۔ تا لذتِ عافیت دریابید۔" چنانچہ گفتہ اند "قدرِ عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید۔" ہیچ راحت در حقِ انسان خوشتر ازاں نیست کہ بعد جراحت میسر آید و محنتے کہ بہ راحت انجامد بحقیقت عینِ راحت است۔ کسیکہ در مقابلۂ بلا ثبات نہ ورزیدہ و بہ صبر و استقلال بر مشکلات غالب نیامدہ و در بوتۂ ابتلا گداختہ نشدہ۔ بر مثالِ طلائے است کہ بر محکِ امتحانش نہ سودہ باشند۔ وازیں سبب قیمتِ آں مشخص نشدہ باشد۔

مصیبت بحقیقت مدرسہ ایست کہ جملہ قوائے روحانیہ در وے تربیت مییابد و انسان بوسیلۂ آں زشتیِ گناہ و بے ثباتیِ دنیا را بہ رأی العین مشاہدہ میکند۔ اگرچہ بعضے از نکوئیہائے نمایاں چوں بذل و جود و عدل و احسان در ایامِ عیش و کامرانی ہم میتواں کرد۔ اما نکوئیہائے پایندہ و استوار از توکل و قناعت و صبر و استقلال و ہوشمندی و دوربینی جز در حالتِ یاس و حرماں صورت نمیتواند بست کہ مرد را از خوابِ غفلت بیدار میکند و خیالاتِ دلفریب از خاطرِ او بکلی محو ساختہ روئے توجہ بہ قبلۂ مقصودِ عالم و عالمیان منعطف میگرداند و دنیائے دنی را در نظرش چوں بازیچۂ اطفال خوار و بے قدر میسازد۔ آرے چنانکہ رائحۂ مشک و عود بہ سوختن و سائیدن نمایاں مے شود۔ ہمچناں نکوئیِ مردم در ہجومِ مصائب آشکارا مے گردد۔

تعلیم

اُستاد باید ہرگاہ بہ تعلیمِ مبتدیاں پردازد۔ از پایۂ خویش کہ در علم و فضل داشتہ باشد تنزل نماید۔ چنانکہ پہلوانے زورمند چوں قواعدِ کُشتی بہ شاگردانِ خُردسال بیاموزد سرپنجگی و زورآوری را یکسو نہادہ از پایۂ خود آنچناں فرود آید کہ شاگرداں پندارند یکے از ہمسرانِ ایشاں بہ ایشاں بازی میکند۔ بسا معلماں کہ ہنگامِ درس ایں اصل را مطمحِ نظر نمیدارند و از منزلتِ علمِ خود تنزل نانمودہ سخناں بالاتر از فہمِ متعلماں افادہ میفرمایند۔ در غالبِ احوال سعیِ ایشاں رائگاں میرود و نفعے از درسِ ایشاں بمتعلماں نمیرسد۔ چنانکہ غذائے ناملائمِ طبع پیش از آنکہ جزوِ بدن تواند شد غثیان آوردہ از معدہ برمے آید۔ ہمچناں درسِ اُستاد کہ بہ فہمِ شاگرداں مناسبت ندارد بہ ذہن و حافظۂ ایشاں درنمے سازد۔

علم اخلاق

علمِ اخلاق از سائر علوم بدیں شرف امتیاز دارد کہ قابلیتِ آں در سرشتِ اطفال پیش از قابلیتِ درس و کتاب حاصل مے شود و تعلیمِ آں در ہر زمان و ہر مکان میتواں کرد۔ خانہ و باغ و مکتب و مجلس و خلوت و جلوت و کنارِ مادر و آغوشِ پدر برائے آں یکساں است۔ ایں علم ہر کس را از کودک و جوان و پیر ہدایت میکند کہ حقوقِ الٰہی بر ذمتِ ہمت او کدام است و حقوقِ بنی نوع و حقوقِ نفسِ خویش کدام؟ مال و دولت را چہ طور بذل تواں کرد؟ و چہ قدر از آں در رفاہِ خلق و چہ قدر در خدمتِ ذوی القربیٰ صرف تواں نمود؟ حقیقتِ انسان چہ چیز است؟ و او از برائے کدام مقصد آفریدہ اند؟ غایتِ علم چیست؟ و کدام چیزہاست کہ دانستن آنہا برا

واجب است؟ مراد از شجاعت چیست؟ و اعتدال و عدالت چہ معنی دارد؟ علامت از حرص و آز۔ و غلامی را از اطاعت و آزادی را از اطلاقِ عنان چگونہ فرق تواں کرد؟ قناعتے کہ محمود است علاماتِ آں چیست؟ از آلامِ جسمانی و ہمومِ روحانی تا کجا باید گریخت و از ذلت و مرگ تا بہ چہ حد تحاشی باید نمود؟ از سختی بلاہا چگونہ میتواں رست و بہ چہ نوع تحمل آنہا میتواں کرد؟ چگونہ خود را مے باید شناخت؟ و چہ طور خوش میتواں زیست و خوش میتواں مرد؟

علامت تہذیبِ اخلاق در آدمی آنست کہ شگفتہ رو و پسندیدہ خو باشد و از کدورت خاطر بکلّی پاک بود۔ چنانکہ در حوالیِ ماہِ تاباں بر روے فلک اثرے از گرد و غبار نباشد ہمہ وقت آثارِ بشاشت از چہرۂ او ہویدا باشد۔ نفسِ امّارہ را در حینِ سرکشی و طغیان نگذارد از جا رود و زمانہ خوف و رجا و ایامِ قحط و وبا بہ کمالِ استقلال و شادمانی بسر آرد۔

تہذیبِ اخلاق برخلاف راے کسانے کہ آنرا بہ خارزار و دشوارگذار تمثیل میدہند، بر مثالِ راہے است کہ طرفین آں راہ از گلہاے رنگارنگ و اثمارِ گوناگون و اشجارِ سرسبز و شاداب و نہرہاے رواں نمونۂ بہشت برین است و ہر کہ ازیں راہ میگذرد بادلِ شادماں و خاطرے مطمئن بمنزلِ مقصود میرسد۔ راہے است بہ نکوئی رہنموں کہ ہریک از کودک و جوان و پیر و فاسق و معصوم مشی آسان تواند پیمود۔ رنج و محنت ازیں راہ بمراحل دور است و راحت و آرامش در ہر قدم مہیا۔

علمِ اخلاق بمثابۂ مادرِ مہربان است کہ اولادِ خود را از چرک و آلودگیہا پاک میدارد و پرورش آنہا نمودہ تنومند و قوی بازو مے سازد۔ بر ایشاں سخت نمیگیرد و ہموارہ در صدد آں میباشد کہ در عروقِ شاں حُسن و جمال و صحت و سویتِ ایشاں بیفزاید و بہر صورت کہ میتواند دلنشیں آنہا میکند کہ چگونہ اینہمہ محاسن و خوبی ہا را آنچناں مضبوط و منتظم توانند ساخت

کہ زندگی برایشان وبال نہ گردد ٭

پیداست کہ بعضی از اطفال بالطبع از تعلیمِ اخلاقی متنفر و گریزان میباشند بحدیکہ یک سخن ہزل را بر صد پند سودمند اختیار میکنند۔ و اگر آواز دف و چنگ بگوشِ ایشان بخورد درس و کتاب را بر طاقِ نسیان گذاشتہ و مکتب را خیرباد گفتہ دیوانہ وار بسوے آن مے شتابند۔ پس لائق تر بحالِ ایشان آنست کہ بجاے علم و حکمت صناعتے از صناعات بہ ایشان بیاموزند۔ زیرا چہ تعلیمِ اطفال چنانکہ افلاطون گفتہ است باید موافقِ استعدادِ ایشان باشد نہ بر حسبِ استعدادِ پدران و نیاگانِ ایشان ٭

خودکشی

مرگ را چنانکہ ظاہر است اسباب بیشمار است۔ از آنجملہ یکے خود را بدستِ خود کشتن است۔ آدمی را در کشاکشِ زندگانی اکثرے از نوازل و حوادث چنان پیش مے آید کہ از تحملِ آن عاجز آمدہ مرگ را بر زیست اختیار مے کند ٭

حکما را در آنکہ خودکشی در حالتے از حالات جائز میشود یا نہ۔ اختلاف است۔ یکے را از حکما پرسیدند کہ آزادانہ زیستن چگونہ میسر آید؟ گفت از آنکہ مرگ را آسان شمرند۔ چہ کسیکہ از مرگ نمے ترسد از ہیچ رنج و مصیبت باک ندارد۔ گویند پسرے اسیر آمدہ بدستِ ظالمے فروختہ شد۔ آن جفاکار بذلیل ترین خدمتش مامور کرد۔ پسر گفت آیا گمان مے بری کہ ہرکہ ازین ذلت آسان میتواند رست بہ اطاعتِ تو مجبور شود؟ این بگفت و خود را از کریوۂ بلندے بہ پائین انداختہ از قیدِ حیات و قیدِ غلامی پاک برست۔ ازینجاست کہ گفتہ اند "مرد آنست کہ زندہ ماند چندانکہ خواہد نہ چندانکہ تواند" و گفتہ اند "منت خداے را کہ کلیدِ مرگ بما

تفویض فرموده است "تا بداں وسیلت ہرگاه که خواہیم خود را از رنج و بلا وارہانیم. و منت ہر واہب بے منت را که برائے زندگی جز یک در نه کشاده است و برائے مرگ ابواب بے شمار مفتوح ساختہ." نیز گفته اند "عرصۂ زمین بر زندگان تنگ میتواند شد. اما بر مردگان در ہر زمان و ہر مکان فراخ است."

بعضے از حکما گفته اند "کسانے که از دنیا و مصائب آں شکایت میکنند خطا میکنند کیست که ایشاں را بر تحملِ ایں مصائب مجبور ساختہ است مگر آنکه جبنِ ناموری آنہا نمیگذارد از قیدِ حیات رستہ مکروہاتِ زندگی را خیر باد بگویند. مرگ ہمه جا حاضر است و ہمه وقت اسبابِ آں مہیا است. ہر کس میتواند ما را از قیدِ حیات آزاد کند. بخلافِ مرگ که ہیچکس از پنجۂ آں نجات نمیتواند داد. اگر مرگ مقدرِ بشر نبودے زندگی از قیدِ غلامی بدتر بودے. مرگ نه ہمیں مرضے خاص را علاج است بلکه ہمه دردہا را دوا است. در فنِ طب مقرر شده است که مرض چندانکه صعب باشد علاج آں نیز باید سخت تر بود. پس ہر مصیبتے که سختی آں از حد درگذرد. علاج آں بہتر از اقدامِ قتلِ نفسِ خویش نمیتواند شد."

ایں ہست خلاصۂ بعضے از دلائلِ آنانکه خودکشی را جائز بلکه مستحسن شمرده اند. اما کسانیکه بخلافِ آں رفته اند میگویند "احکم الحاکمین که ما را در حصارِ زندگانی محصور ساختہ است تا فرمانِ واجب الاذعانِ او در نرسد. نباید پا ازیں حصار بیروں کشیم. زیرا که ما را نه ہمیں برائے نفسِ ما آفریده اند بلکه برائے عبادتِ الٰہی و خدمتِ ملک و خدمتِ قوم نیز مخلوق شده ایم. پیش از آنکه اجلِ مسمّٰی در رسد خود را بدستِ خود کشتن انداوائے فرائض خود گریختن و مستحقِ سزائے طاغیان و باغیان گشتن است. نکوئی را شجیع شجاعانِ عالم میتواں گفت که بہانہ ہامے انگیزد و تقریبہا میجوید تا به انواعِ حوادث و نوازل دوچار شود و از مقابلۂ آنہا رو بر نتابد و تا بتواند بر آنہا غالب

آید۔ پس از مکروہاتِ روزگار گریختن و مرگ را بر تحملِ آنہا ترجیح دادن از نکوئی بمراحل دور افتادن است و فاضلترین اخلاق را کہ صبر و ثبات و ہمت و استقلال باشد معدوم ساختن۔

افلاطون در قوانینِ موضوعۂ خود مے نگارد کہ "کمینہ ترین مرگہا مرگِ آنکس ست کہ احبِّ احباب و اصدقِ اصدقا را کہ خود نفسِ اوست بدستِ خود ہلاک کردہ باشد و از برکاتِ بقیۂ زندگانی کہ برائے او مقدر بود محروم ساختہ۔ و باعث بر آں غیر از قصورِ ہمت و جبن و نامردی و ضعفِ عقل چیزے دیگر نباشد۔ آنانکہ زندگی را ہیچ مے پندارند بر عقلِ ایشاں خندہ مے آید۔ آیا نمیدانند کہ بضاعت ایشاں کہ بر او ناز میتواں کرد۔ دریں دارِ فانی ہمیں زندگانی ایشان ست و بس۔ و بعد از اتلافِ آں ہیچ چیز بدست ایشاں باقی نمیماند۔ اگر کسے بر زندگانی دیگراں بخندد و آں را حقیر و ناچیز شمارد عجب نیست۔ اما زندگانی خویش را حقیر شمردن و بر اتلافِ آں آمادہ شدن غایتِ ابلہی و نادانی ست کہ در ہیچ حیوانے از وحش و طیر و بہائم و سباع نظیرِ آں نتواں یافت"۔

زندگانِ مُردہ

یکے از حکما گفتہ است کہ "آدمی را زندہ نمیتواں گفت مگر آنکہ بخدمتِ بنی نوعِ خود اقدام کند و کارہائے نمایاں و سودمند بروئے کار آوردہ نیک نامی جاوید حاصل کردہ باشد۔ از ینجاست کہ ہر کس از شاگردانِ فیثاغورس از تحصیلِ علم اعراض نمودے و از راہِ سستی و بطالت عہدِ صحبت ہمچشماں گسستہ مدرسہ را پدرود گفتے۔ سائر مستفیدان و متعلمانِ فیثاغورس قبرے بنامِ او بساختندے و بر لوحِ قبرِ او بنوشتندے کہ "فلانے بمرد" تا دیگراں عبرت گیرند و چنیں حیات بدتر از ممات انگاشتہ نکنند۔

پس ہمہ آنکساں بحقیقت از مُردگانند کہ روز و شب در بندِ اکل و شرب و صبح و مسا مشغولِ زیب و

زینت میباشند و نمیدانند که غایتِ زندگانیِ ایشاں چہ بودہ است؟ چہ معنی زندگی بحقیقت آنست کہ انسان در تہذیبِ نفسِ خویش و نفعِ دیگراں و تزکیۂ نفوسِ بنی نوع ہر قدر بتواند کوشش کند۔ بریں تقدیر پیداست کہ غالب روے زمین بصورت آباد و بمعنی گورستان ہست و غالب مردم بظاہر احیا و بحقیقت اموات اند۔ اگرچہ اکثرے از ایشاں با ہمہ کر بصلح و امنیت بسر مے برند۔ و از اطاعتِ بادشاہ سر نمے پیچند و ابنائے جنس را نمے آزارند۔ و اگرچہ عمر ہاے ایشاں از ہفتاد و ہشتاد گذشتہ بہ نود یا بصد سال میرسد۔ اما بحقیقت زمانِ حیاتِ ایشاں ہماں چند ساعت یا چند روز ست کہ در سود و بہبودِ خلائق گذرانیدہ اند۔

دوستی

کسیکہ بدوستیِ دوستاں ضرورت ندارد۔ ہمانا انسان نیست بلکہ حیوان ہست یا فرشتہ چنانکہ سخت ترین آلامِ جسمانی آنست کہ جاندار را دم خفہ کنند۔ ہمچنیں سخت ترین آلامِ روحانی آنست کہ آدمی را کس دوست نباشد۔ ہر کس پیش دوستاں احوالِ خود از شادی و غم بیان مے کند گو یا شادیِ خود را دو چند میسازد۔ و از غمِ خود نیمے زائل میکند۔ آرے آنکہ از دوستیِ دوستان محروم ہست بحقیقت یکہ و تنہاست اگرچہ خلقے بیشمار بگردِ او جمع آمدہ باشد چنانکہ گفتہ اند اگر تمامی عالم از دست رود و بعوض آں یک دوستِ صادق میسر آید ارزان ست ولاکن بر کثرتِ دوستان مغرور نباید بود کہ عامۂ دوستان بر مثالِ برگِ درختاں اند۔

خشم بدتر از دیوانگی ہست

کسانیکہ خشم را بہ دیوانگی تعبیر میکنند ہمانا از حقیقتِ ہر دو بے خبر بودہ اند۔ چہ دیوانگی عبارت

از ناخوشی دماغ است کہ عقل را از دماغ زائل کند و کار بدانجا رسد کہ جملہ تکلیفات از و ساقط گردد و ہیچ جرمے کہ مرتکب آں شود سزاوار تعزیر نباشد و ہر خطائے کہ از و صدور یابد او را معذور شمرند و معاف دارند۔ بخلاف خشم کہ از فرط حماقت و استکبار بر عقل و دانش مرحوم غالب آید و بکار ما بر انگیزد کہ اگر صادر شود۔ باشد کہ صاحب خشم را مضروب و مقتول گردانند و باشد کہ بسزا و تعزیر رسانند۔

محبت مادری

محبت مادراں با اولادِ خود قوی تر و پائدار تر از سائر محبت ہاست کہ ہیچ حال کم نگردد و در نہاد و دگرگوں نشود و ہرگز بملالت نہ انجامد۔ پدر میتواند از پسرے بگردد و برادر با برادر دشمن شود۔ و زن و شوہر از یک دگر بگسلند۔ اما مادراں با اولاد نیک و بد ہموارہ یکساں سلوک کنند۔ و از مہر و محبت ایشاں ہرگز سیر نشوند۔ رفیقے مر اولاد را دیرینہ تر از مادر نیست کہ از روز استقرار نطفہ در رحم محافظ ایشاں میباشد۔ ہیچگاہ نمیخواہد ایشاں را از سینہ خود جدا کند یا یک لحظہ فراموش سازد یا بنا فرمانی و تقصیرات ایشاں از تہ دل دعائے بد بر زبان آرد۔ محبتش با اولاد از شائبۂ غرض بکلی پاک است۔ لاجرم در وقتے از اوقات و حالتے از حالات تغیرے دراں راہ نمییابد۔ اگرچہ خلق اولاد را گذارد و از تعلقات ایشاں دست بر نمیدارد بلکہ دنیا و ما فیہا را منحصر در اولاد مے داند۔

استہزاء

بر مردم خندیدن و بہ استہزاء و مسخرگی عادت گرفتن از دناءت نفس میخیزد۔ و جواناں را از

ترقی بمعارج کمال بازمے دارد ہیچکس چنانکہ معلوم ہست از عیب خالی نمیباشد تا بحدیکہ نیکوکاران ستودہ خصال نیز نمیتوانند۔ وامن حال از آلایش عیب بکلی پاک دارند۔ چوں صورت حال بریں منوال است غایت ابلہی ومحض ناانصافی ست بہ زلات وخطایاے مردم آویختن واز محاسن ومحامد ایشاں چشم دوختن۔ برنقائص خردہ گرفتن واز کمالات قطع نظر نمودن وابنائے جنس را اضحوکہ اشرار واوباش ساختن۔

چندانکہ غور کردہ میشود استہزا نوعے از موازنہ نسبت میان نفس خویش ونفس آنکس کہ بروے استہزا میکنی تا خویش را از و بہتر و برتر وانمائی وخود را از خود بصر بہی عجب است از استہزا کنندگان کہ باوجود صد ہنر در ذات دیگراں بریک عیب ایشاں میگیرند وباوصف صد عیب در ذات خویش یک ہنر در خود نشان نمیدہند وعجب تر ازیں آنکہ نہ ہمیں بر عیب کساں میخندند بلکہ ہنرے نیست کہ رخنہ در خوبی آں نیسندازند ومنقبتے نیست کہ آں را اضحوکہ اہل مجلس نسازند۔

عبارت کتابہ برائے مرقد مرحومی سید امیر علی رئیس دہلی غفر اللہ لہ

نیامد کسے درجہاں کو بماند ۔ مگر آں کزو نام نیکو بماند

سید امیر علی ابن سید وارث علی (رحمہما اللہ) چہل وہشت سال خوش وناخوش زندگانی دیدہ وتلخی وحلاوت ایں دارالغرور چشیدہ شب جمعہ دوئم شہر رمضان ۱۲۹۳ ہجری باوجے راغب الی اللہ وزاہد فی الدنیا داعی اجل را لبیک اجابت گفت۔ ہمہ عمر بقوت بازو کسب معاش کردہ در چشم خاص وعام موقر ومحترم بود۔ ومردانہ وآزادانہ زیست۔ از بدو شعور مدارس دولتی باورس وتدریس کار داشت ونابود ہم دریں کار بود وہم بریں بگذشت۔ اد ےاز

حاکم و محکوم و تابع و متبوع را ابداً از و ملالتے نبوده و کسے از آشنا و بیگانہ زبان بہ شکوہ او نیالوده۔ الحق از نکوئی و حسنِ معاملت و تواضع و فروتنی و دیگر مناقبِ جلیلہ کہ در طبعش جبلی بود۔ اندکے از بسیار نمیتواں شرح داد۔ و حسنِ خاتمت کہ غایت جملہ نکوئیہا ست چنانکہ خود اورا میسّر آمده از صلحاء و اتقیاء و ابرار و اخیار ہر کرا دست دہد غنیمت کبرے میتواں شمرد۔

ایماں بلب و دل بہ رہ و دیدہ بہ دوست　　　با پیکِ اجل خندہ زناں ہمرہ شد

کتبہ لوحِ مرقد مرزا الٰہی بخش مرحوم کہ بحسب اقتراح جناب مرزا سلیماں جاہ صاحب نوشتہ شد

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

و اپسین شمعِ بزمِ گورگانی و آخرین ثمرۂ شجرۂ صاحبقرانی صاحبِ عالم حضرت میرزا ہدایت افزا بہادر المعروف بہ میرزا الٰہی بخش (طاب ثراہ) در سال یکہزار و دویست و بست و یک ہجری از نہانخانۂ غیب بجلوہ گاہ شہود خرامیدہ ہفتاد و اند سال بنظارۂ اعجوبہا ے ایں عجوزِ سال خوردہ چشم وا داشتند و با دہر ناسازگار مردانہ برروے کار آمدہ بس مراحلِ دشوار گذار را آسان طے نمودند ہم در عہدِ امن و سلامت و ہم در طوفانِ حوادث و فتن لنگرِ سفینۂ نجات در دست ایشان بود۔ در مدتِ حیات با ہر یکے از طبقاتِ انام آنچناں سلوک ورزیدند کہ اقارب و احباب را بصدق و مصافات و اجانب و اغیار را برفق و مدارات و ضعفا را بہ بذل و مسامحت و اقویا را بحسن معاشرت در سلک یکجہتی کشیدند۔ شب پنجشنبہ شانزدہم ربیع الاول سال یکہزار و دویست و نود و پنج ناخوشی سُعال کہ رفیق دیرینۂ ایشاں بود آنچناں اشتداد گرفت کہ ہیچ چارہ و تدبیر مقاومت

بیماری سرسام ۱۲

آں نتوانست کرد۔ و آثار یاس بر دلہا استیلا شدہ ہمیں کہ کلمۂ توحید بر زبان راندند و شاہدین را بر اسلام خود گواہ گرفتند۔ زود داعی اجل را لبیک اجابت گفتند۔ و ہر یکے را از دور و نزدیک و قریب و بعید سوگوار و ماتم دار و از ذکر جمیل و نام نیک بر خاطر ہر یک نقشے استوار گذاشتند۔

نثر قدیم

تقریظ دیوان فارسی حضرت حسرتی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ در سال ہزار و ہشتصد و ہفتاد و دو مسیحی در زمان حیاتِ مصنف مغفور نوشتہ بود

رباعی

ہر چند ستایش سخن دین من است — میگویم و راست گفتن آئین من است

در مدح سخن ساختگی نیست مرا — تحسین سخن شناس تحسین من است

الا اے ہوشمند فرزانہ دریں روزگار کہ جنس بالا دستِ سخن از متاع حُسن نوخطان نارواتر و دم گیرائے اہل سخن چوں نفس سرد واعظاں بے اثر افتادہ است۔ زنہار گمان نبری کہ اندازہ قدر گفتار را نقصان فرا گرفتہ است۔ و سرمایۂ لفظ و معنی بزیان رفتہ چشمۂ حیواں اگر در ظلمات پنہاں گردد خاصیتِ جان بخشی از وے بیروں نرود۔ و ماہ کنعان اگر در بازارِ مصر بہیچ نیرزد جوے از نصاب کاملِ حُسنش کم نشود۔ کما قیل ؎

۱؎ اگرچہ قدیم طرز کی نثر سے اب طبیعت متنفر ہو گئی ہے لیکن چونکہ اُن میں بعض نثریں گراہی بیراہہ روی کے زمانہ کی یادگار ہیں۔ اسلیئے اُنہیں بالکل ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا ۱۲ حالی

از قیمتِ یوسف نشود یکسرِ مو کم — ہر چند خریدار بہ بازار نباشد

اگر گوئی کہ سخن را کہ مکانتے بلند و قدرے ارجمند است۔ خود بوجودِ نکتہ ورانِ سخن پیوند است ورنہ لفظے است بے معنی۔ و اسمیت بے مسمّٰی۔ و سخنور چنانکہ معلوم است امروز از جہان معدوم است۔ پس اگر کبریتِ احمر را خاصیتِ اکسیر باشد گو باش۔ و اگر سایۂ ہما فرِ اقبال با خود دارد گو بدار۔ از آں کہ نہ موجود است چہ خیزد۔ و ازینکہ مفقود است چہ زاید۔ گویم آرے چنانکہ فرمودی ہنر از توابعِ وجودِ اہلِ ہنر است۔ و عرض از لواحقِ ذاتِ جوہر۔ و چندانکہ ہنرمند کمیاب ہنر کمیاب تر۔ اما با ایں قصورِ نظر و نقصِ ادراک۔ و ناتمامیِ دانش و نارسائیِ دریافت کہ مرا ہمی ہست چگونہ میتواں گفت کہ اہلِ کمال را جز در نشیمنِ عنقا آشیاں۔ و از سخن جز اسم و از سخنور جز رسم در جہاں نیست ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر — تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

سرت گردم اگر برقِ حوادثِ روزگار مرغانِ نوا سنج را آشیانہا پاک بسوزد تا عندلیبے در چمن نغمہ سرا است باغ را دشت نتواں خواند۔ و اگر طلوعِ سپیدۂ سحری رونقِ بازارِ ستارگان بہم شکند تا مہرِ درخشان عالم افروز است جہاں را تاریک نتواں گفت۔ گرفتم ہنر را گرمیِ بازار نہ چنداں است کہ کالائے گرانبہائے معنی از ہر دکان میتواں خرید و گنجِ شایگانِ سخن در ہر خرابہ میتواں یافت اما صاحب نظراں دانند کہ با اینہمہ نارواییہا در کیسۂ روزگار رخشندہ گوہرہاست۔ از چشمِ کور سواداں مانندِ گنج در ویرانہ پنہاں و بر سپہرِ کمال فروزندہ اخترہاست از دیدۂ شپرہ چشماں چوں مہرِ جہانتاب سر در نقابِ کتمان۔ علی الخصوص دُرِّ یتیمِ معانی۔ مہرِ منیرِ فلکِ نکتہ دانی۔ قائمۂ عرشِ تحقیق۔ بابِ مدینۂ تدقیق۔ بحرِ لجّی علم و ایقان۔ کوکبِ دُرّیِ اُفقِ عرفان۔ بہین ثمرۂ نخلستانِ باغِ ارادت۔ گزین نتیجہ پیوندِ مادہ و صورت۔ شناورِ دریائے حقیقت۔ رہروِ صحرائے طریقت۔ چارسوئے مملکتِ معنی را نگہبان

خدیو شش جہت عالم حقیقت را فرمانروا۔ نگارستان رنگین بیانی را چہرہ پرداز۔ و بہارستان شگفتہ طبعی را چمن پیرا۔ رمز شناس سرائر عقل و نقل۔ نکتہ سنج غوامض درایۃ و روایۃ۔ مرحلہ پیمائے طریق نظر و استدلال۔ قصب السبق ربائے عرصۂ فکر و قیاس۔ تیمسہ پیشطاق بلند نظری و الافطرتی۔ نواب نجمت القاب محمد مصطفیٰ خاں بہادر متخلص بہ حسرتی ؎

بِلَفْظٍ لَا یُعَبِّرُ عَنْ مَعَانٍ　　أَحَاطَتْهَا مَکَارِمُ ذِی الْهُمَامِ

اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنَا وَمَتِّعِ الْکُلَّ بِدَوَامِ بَقَائِهٖ وَمُدَامِ لِقَائِهٖ۔ حوصلۂ پیش جہانیست کہ بلندی ہمت آسمان اوست۔ و قدر رفیعش آسمانیست کہ فروغ خرد مہر درخشان اوست ضمیر منیرش نقد حقائق را گنج شایگان۔ چراغ فکرش انجمن قدس را شمع شبستان۔ حلۂ الفاظش سراپای معنی را پیرایۂ ناز۔ و حلیۂ عبارتش گوش و گردن مضمون را زیور بہت پارز۔ افسون لطف گفتارش در تسخیر آزادہ دلاں چوں قید و بند۔ و معجون نطق شکر بارش در مذاق حنظل طبعاں چوں شہد و قند۔ استعاراتش چوں اشارۂ چشم خوبان دلربا۔ و عباراتش چوں چشمۂ آب حیواں جاں فزا۔ اطنابش چوں طول شکوۂ دردمنداں سامعہ نواز۔ و ایجازش دلاویز تر از نگاہ چشم نیمباز۔ فکرش از دعائے سحری شب زندہ داراں رساتر۔ و سخنش از نالۂ نیم شبی جگر خواران گیراتر۔ فقرۂ شیرینش نگویم شیرۂ جان اما پارۂ شیریں تر از آں۔ و مصرعۂ رنگینش نگویم برگ گل اما دل از کف ربایندۂ بلبل۔ رائحۂ انفاسش از نکہت گل در دماغ بلبل بل از عطر پیرہن در مشام یعقوب سازگارتر۔ و شہد مقالش از رشحۂ زلال در کام مستسقی بل از جرعۂ مے در مذاق مخمور خوشگوارتر۔ الحق گرمی طبع پر زور شرابیست کہ تمکین پسنداں اگر ہمہ کوہ وقار باشند بیک جرعہ از آں خود را نگاہ نتوانند داشت۔ ورنہ خواجہ را کہ عندلیب شاخسار ملکوت۔ و طوطی شکرستان لاہوت است با غزل سرائی و بذلہ سنجی چہ کار۔ و چگونہ روا باشد کسے را کہ در طریق علم و حکمت برائر سقراط و فلاطون

قدمے راہ رفتن موجب ننگ و عار باشد۔ در نگینہ صناعتی امثال عرفی و نظیری را مقلد عمل بودن و زلالی و انوری را مقتدائے فن ساختن۔ گرفتم در زمان سلف نقد معنی را گنجینہ داران و عرصۂ فکر را شہسواران بودہ اند۔ و ہنگامۂ گفتار را گرمی بازار۔ و ریاض سخن را رنگ اعتبار بیش از زمان صاحب دیوان بودہ است۔ اما کسانیکہ در مصطبۂ ذوق رطل گران پیمودہ اند و از مایدۂ تمیز حظ وافر بودہ نیک میدانند کہ با آنکہ قطرہ ہا در بحر۔ و سبزہ ہا در دشت و دستہ ہا در سبد۔ و نغمہ ہا در ساز۔ و جرعہ ہا در ساغر و بادہ ہا در سبو۔ و بذلہ ہا در گفتار۔ و افسونہا در عمل۔ و شعرہا در دیوان و مصرعہا در غزل فراوان بود۔ ہر قطرہ دُرّ ثمین۔ و ہر سبزہ گل و ریاحین۔ و ہر دستہ دستۂ گل و ہر نغمہ نغمۂ بلبل۔ و ہر بذلہ نُقل محفل۔ و ہر افسون جادوے بابل۔ و ہر شعر تر۔ و ہر مصرعہ نیشتر نباشد۔ رباعی

زمزم نتوان بہ ہر چشمہ رواں یوسف نتوان خرید از ہر دکاں
ہر لب دم اعجاز ندارد چو مسیح ہر کس نبود چو حسرتی سحر بیاں

جادہ کہ وے در سخن سنجی سے پیماید پیشینیاں نیز پیمودہ اند۔ اما پاشنہ ہا ریش و پا ہا آبلہ دار نبودہ است۔ اگر قدمے رفتہ اند۔ و خواجہ ہمہ گلگشت کناں میرود۔ و آہنگے کہ او درین پردہ سے سراید دیگراں ہم سرودہ اند۔ اما نظرہا از سیر و اندیشہ ہا از تگ فرو ماندہ است۔ اگر مصرعے سنجیدہ اند و خواجہ ہمہ بدیہہ سے سنجد۔ آرے نغمۂ حقیقت در پردۂ اشعار سرودن و اسرار معنوی در کسوت تعبیر و بیان جلوہ گر نمودن نہ کار ہر حریف گفتار شوخ بیان است۔ و آنگاہ حال تا قال و اثر تا عین تفاوت بسیار دارد۔ اینک دیوانے ترتیب دادہ و مجموعۂ فراہم آوردہ کہ سخن را اوج کمالے برتر ازاں دست دادن و سخنور را سرمایۂ قبولے خوشتر ازاں بہم رسیدن دشوار تر ازانست کہ نالۂ مرغان خوش آہنگ بموزونی عشاق و نہاوند تواند رسید۔ و مرغولۂ مطربان جادو نوا

چوں لحنِ داؤدی آہن را موم تواند کرد۔ بنا میزد خمکدۂ صہبائے ذوق ست و پردہ آہنگِ شوق نظرگاہِ پاکاں شاہدبازاست و نیرنگِ حقیقت و مجاز۔ انیسِ خلوتِ گوشہ نشینان است و جلیسِ صحبتِ عشرت گزیناں۔ تہیدستانِ خرد را سرمایۂ ہوش ست و دُردی کشانِ جنون را بادۂ سرجوش نسخۂ مفرحِ روحانی است و مجموعۂ لطائفِ وجدانی۔ طالعِ سخن را رقمِ سرنوشت است و شاہدِ معنی را حُسنِ خداداد۔ روزگارِ فراق را حُجستہ سرگذشت است و ایامِ وصال را فرخندہ روزنامہ گلشنِ نظم را نسیمِ بہار ست۔ و زمینِ شعر را آبِ جوئبار۔ تفسیدہ درونان را مایۂ فرات است و شادکامِ طبعاں را شیرۂ نبات۔ بالائے گفتار را خلعتِ دیبا است و تشریفِ قبول را قامتِ زیبا آنانکہ خاطرِ نکتہ فہم و طبعِ اداشناس دارند بیایند۔ و سرتاسرِ این قدسی صحیفہ بدیدۂ ہوش بنگرند تا دریابند کہ مرایں نکتہ سنجِ معجز بیاں را در گذارشِ سخن خاصیتے است کہ دیگراں بر آں دست نیافتہ اند۔ و اگر ہست پرسی کرلستے ہست کہ از خامۂ الہام طرازش بر روئے کار آمدہ یعنی جمہورِ اہلِ فن چنانکہ دانی اتفاق دارند بریں معنی کہ شعر را چندانکہ از حدِ راستی دورتر برند بقبولِ دلہا نزدیکتر باشد۔ و ہر قدر از اوجِ صدق زیرتر اندازند پایۂ حسنش بالاتر رود۔ و حق اینست کہ سخن بے مبالغہ و اغراق دلفریب نبود۔ چنانکہ نظامی میفرماید ؎

در شعر مپیچ و در فنِ او　　چوں اکذبِ اوست احسنِ او

با اینہمہ گفتارِ آبدارش بے آنکہ چاشنی تبلیغ و غلو داشتہ باشد دلاویزتر از عشوۂ شاہدانِ مہوش و ذوق انگیزتر از بادۂ بیغش افتادہ است۔ انصاف بالائے طاعت است ایں مایہ گفتار کہ آسمان برفراز است و زمین در نشیب۔ و چشمان در زیرِ ابروانند و دندان جملہ در دہان از شنوندہ چہ دل رباید۔ و مستمع را چہ ذوق بخشد۔ پس بے آنکہ نوعے از صنعتِ اندیشہ و ایجادِ طبیعت را دراں راہ دہی۔ چہ ساحری توانی کرد تا سامعہ یاراں بنوازی۔ و شورِ حسنت در انجمن

اندازی۔ ہمانا کار بشر نیست۔ خواجہ سخن سرائی نمیکند۔ معجز نمائی میکند۔

ہیہات در سپارش راہ مدح جادۂ تنزل پیموم و ممدوح را نہ باندازۂ قدر و الایش ستودم۔ بحث از فضائل ذات و جلائل صفات بود۔ و سخن در توابع و عوارض گفتہ آمد۔ و نختے بدرازی کشید۔ ہرگاہ مشک و زعفران را رائح روح پرور در نہاد است و مہر و ماہ را بوارق نورگستر خداداد۔ آن دو را رنگ وہ چہرہ اسپاہی و زردی ستودن۔ و این دو درخشندہ گوہر را بر گرمی و سردی آفرین نمودن چرا۔ ہمانا قدم رخش کہ بہنگام تاخت بیراہہ رود عجیب عنان گیر است۔ و پردہ ساز کہ در مقام بلندی بہ پستی گراید از قصور مغنی است۔ اکنون کہ رہرو نظر را پائے رہ پیما بسنگ آمد۔ و عجز بیان حیلہ جستن و بہانہ انگیختن آغاز نہاد۔ زنہارگمان نبرند کہ مدائح سخن و محامد سخنور بپایان رسیدہ باشد تا خامۂ ستایشگر از خرامش و اندیشۂ ثناگستر از سگالش آرمیدہ باشد۔ حاشا حاشا کہ اگر قصیدہ را وحی و رباعی را الہام و غزل را اعجاز و غزل سرا را معجز نما گفتہ باشم۔ حرفے از آن طومار و اندکے از آن بسیار بیشتر گفتہ باشم آہ چہ تواں کرد ہم تیز نارسا۔ و ہم صیت بلند پرواز۔ ہم شب کوتاہ و ہم افسانہ دراز۔

زبان نکتہ فرو ماند و رازِ من باقیست
بضاعت سخن آخر شد و سخن باقیست

اللہ بس ماسوے ہوس

تقریظ دیوان سالک

صد قول بیک نرمزطی میکنم امشب
مستی نہ باندازۂ مے میکنم امشب

حیرت زدۂ نیرنگی این کہن آشوبگاہ۔ حالی نامہ سیاہ کہ دوش در شکنجۂ غم و اندوہ چون مرغ تازہ بدام افتادہ سراسیمہ و دلتنگ و با سخت جانی خویش در جنگ بود۔ اگر حرفے از رووداد خود

سرودہ باشد۔ ہمانا خویشتن را زحمت و انجمن را کلفت افزودہ باشد۔ بے تکلف بر طرفے دلے داشت ہمہ موجِ خوں۔ و سرے داشت سرمایۂ جنوں۔ شبے بہ درازی شب ہائے فراق و وقتے بہ پراگندگی خاطرِ عشاق۔ بےخودی ہمہ نقدِ گنجینۂ ہوش۔ و مستی ہمہ تعبیرِ خوابِ فراموش۔ و لولہ ہا میکرد و از جا مے رفت۔ نالہ ہا میکشید و دم نمیزد۔ گاہے اشکِ جگرگوں از دیدہ میبارید۔ و گاہے بر گریۂ خود میخندید۔ گاہے از روزگار نالیدے و گاہے از بختِ نگونسار۔ گاہے بر اہرمن لفریں کردے۔ و گاہے بر نفسِ خویشتن گاہے در جستجوئے وقتِ رفتہ چپ و راست مے نگریست و گاہے از عمرِ رفتہ یاد میکرد و میگریست۔ گاہے رشتۂ امل چنداں دراز کردے کہ عنقا را اسیرِ دامِ خود پنداشتے۔ و گاہے از دورباشِ حرماں آنچناں گستہ امید گشتے کہ سہل را دشوار و اندک را بسیار انگاشتے۔ بالجملہ حالتے در پیش داشت کہ قیامتے با خویش داشت۔ در چنیں ہنگام کہ صحبتِ احباب چوں فرقتِ محبوب ناگوار۔ و بذلۂ اصحاب تلخ تر از طعنۂ اغیار بود۔ اگر سودائے گفتار در سر و خلشِ ایں خار در جگر نمیداشتم۔ غنچۂ خاطرم ہیچ نشگفتے۔ و دردِ دلم زنہار چارہ نپذیرفتے رفتم کہ بمطالعۂ دیوانِ حضرت خواجہ شیراز دے خالی کنم و بیک دو جرعہ ازاں بادۂ کہن غمِ دین و دنیا فراموش سازم۔ ناگرفتہ از دریچۂ ہوش ایں صدا بگوش خورد کہ ہان و ہاں حالی روشن نفس۔ اے بفہمِ ادا شناس و بفکرِ بالغ سخن۔ ہم شکر ریزی طوطیانِ ہند دیدہ۔ و ہم نغمۂ بلبلانِ عجم شنیدہ۔ یکے در چمنستانِ سالک بیا۔ و دیدہ و دل را رخصتِ تماشا دہ۔ تا دریابی کہ گلشنِ معنی در عینِ خزاں شگفتہ و شاداب است و نہالِ سخن در پایانِ موسم تازہ تر از عہدِ شباب۔ ندانم ایں صدائے دلکش از کجا بود و چہ بلا گرمی اثر با خود داشت کہ تا از پردۂ گوش بدل فرود آمد۔ مرا در سخن نگذاشت۔ چوں بخود باز آمدم گرم از جا

برخاستم و دیوانِ سالک خواستم۔ سبحان اللہ کتابے دیدم چوں نسخۂ جمالِ یوسفی سراپا انتخاب و زلیخائے سخن را بازگشت عہدِ شباب۔ ابیاتش ریختہ اما رشک پہلوی و دری۔ بیانش سادہ اما نمونۂ گفتار سعدی و انوری۔ مضامین ہمہ تازہ و نو۔ معانی ہمہ الفاظ را در گرو۔ قصیدہ و غزل ہمہ طلسمِ رنگ و بو۔ قطعہ و رباعی ہمہ کرشمہ و جادو۔ ذکرِ فراق دل آویز تر از وعدۂ وصال شکوۂ جفا طرب انگیز تر از مژدۂ وفا۔ آنجا کہ طولِ مقال است لفظ را اندازۂ وسعتِ خیال است و آنجا کہ اختصارِ بیان است ہفت دریا در کوزہ نہاں است۔ منکہ جز بگفتارِ پیشینیان سرے بہ در کوچۂ خموشاں گذرے نداشتم۔ از حلاوتِ ایں ثمرِ نورس آنچناں کارِ کام و زبان ساختم کہ دل از ذوقِ قندِ نظیری۔ و چاشنی نمکِ عرفی بکلی پرداختم۔ گویند ہر سخن سنج را در غزل سرائی طریقے خاص است کہ مر او را بداں طریق اختصاص است۔ یکے از آتشِ عشقِ مجاز چراغے در راہِ فکر نہادہ۔ و دیگرے از عالمِ حقیقت درے بروے دل کشادہ۔ یکے در حُسنِ معنیِ بلند با عنقا ہم پرواز۔ و دیگرے در بستنِ معاملاتِ وقوعی کرشمہ سنج و سحر پرداز۔ یکے را وصفِ دلدار پیرایۂ بیان۔ و دیگرے را رشکِ اغیار تازیانۂ زبان۔ کمتر کسے بودہ باشد کہ ایں ہمہ مراحل را بیک رفتار پیمودہ باشد۔ آرے در ہر شیوۂ سخن نغز گفتن و در ہر رشتہ گوہرِ معنی سفتن۔ نہ حدِ ہر چرب گفتار شوخ بیان است۔ اما در خمکدۂ کہ غالب بادہ فروش است و سالک بادہ پیما۔ بادہ ہا ہمہ سرجوش است و نشہ ہا ہمہ رسا۔ اینجا مستی حریفاں در شمار نہ بینی۔ اینجا حریفے در خمار نہ بینی۔ اینجا لاے خوارانند بر چرخ موج زن۔ اینجا دُردی کشانند با عطارد ہم سخن۔ اینجا نواہائے گوناگوں از یک قانون بر مے خیزد۔ اینجا اداہائے رنگارنگ از یک طبعِ موزوں سر بر مے زند۔ اینجا ہر کس جانِ سخن است و سخن جانِ اوست و حُسنِ معنی از آنِ اوست بلکہ آیۂ در شانِ اوست۔ خاصہ آں آئینۂ صورت نمائے غالب۔ و

مرا و ہمچو من ہزار را بجاے غالب۔ آں در سخنوری یکتا۔ و در پاک گوہری بے ہمتا۔ آں در شعلہ زبانی علم و در شیوہ بیانی مسلّم۔ آں رہروِ قدسی مسالک جناب مرزا قربان علی بیگ متخلص بہ سالک لازال ظلہٗ ظلیلاً و ذکرہٗ جمیلاً کہ امروز در نکتہ وری و نکتہ سنجی اُستادِ اُستاد است۔ و جہان آباد از شرفِ وجودِ مسعودش جہان آباد است۔ الحق اگر سخن را صہبا بیتواں گفت سخنش سرجوش بادۂ سخن است۔ و اگر شاعری را فن میتواں خواند خواجہ یگانۂ ایں فن است۔ یارب چنانکہ ہند از غالب خلد آرامگاہ رشکِ ایران و توران بودہ است۔ دہلی از سالکِ معنی پناہ غیرتِ شیراز و صفاہاں باد۔

تقریظِ دیوانِ قلق

ایں دیوانِ غرابت عنوان از افاداتِ مرحومی حکیم غلام مولی متخلص بہ قلق است کہ شاگردِ رشید۔ خانِ رفیع المکان جناب غفران مآب حکیم مومن خانِ مومن بودہ اند۔ اصل ایشاں از میرٹھ و در دوازدہ سالگی از آنجا بہ خیر البلاد جہان آباد آمدہ و بہ کسبِ کمال و تحصیلِ علم پرداختند۔ و تا زمانیکہ واقعۂ طغیانِ سپاہِ باغی آں شہر لطافت بحر را موردِ آفاتِ مرگ و فتنہ و بلیات کردہ۔ ہمدرینجا اقامت داشتند۔ مدتے طویل زبانِ پارسی از انفاسِ متبرکہ مولانا امام بخش صہبائی فرا گرفتند۔ گویند از جملہ شاگردانِ آنجناب بہ جودتِ طبع و حدتِ ذہن اختصاص داشتند۔ و صرف و نحو و منطق و دیگر فنونِ عربیہ را از ملا انتظام علی سہارنپوری اخذ کردند۔ و طب از حکیم غلام نقشبند خاں دہلوی کسب نمودند۔ درآں ایام کہ گلشنِ دہلی را آخر فصلِ بہار بود۔ جمعے از گرانمایگانِ عالم معنی و چابک خرامانِ عرصۂ سخن چوں غالب و ذوق و مومن و سائرین کہ در سخنوری و نکتہ پروری فخرِ دہلی بل نازشِ ہندوستان بودند۔ دریں

معمورہ جا داشتند۔ و از فیضِ وجودِ ایشاں عالمے را ہوائے شعر و سخن در سر افتادہ بود۔ حکیم مغفور کہ با موزونیِ طبع وجودتِ ذہن فکرے بلند پرواز داشتند۔ باوجود مشاغلِ علمیہ نتوانستند خود را ازیں بادۂ مرد افگن برکراں دارند۔ لاجرم داعیۂ غزل سرائی در خاطرِ ایشاں پدید آمد۔ مومن مرحوم را چنانکہ از مطالعۂ دیوانِ ایشاں مفہوم میشود بہ استادی برگزیدند و رفتہ رفتہ در خاطرِ استاد موقعِ قبول یافتند۔

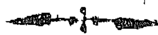
مخفی مباد کہ مومن مرحوم در غزل و اصنافِ دیگر از سخن دو طریق مسلوک داشتہ اند یکے عام و دیگر خاص۔ طریقے کہ عام ہست و آں کمتر ہست۔ ہمیں طریقۂ میر و میرزا و سائر ریختہ گویانِ نامی و استادانِ گرامی ہست۔ و طریقے کہ نتیجۂ طبع وقادِ ایشاں مخصوص با ایشان ہست۔ اگرچہ از شاہراہِ عامۂ شعرا بیگانگی دارد اما سببِ شہرت و بلند آوازگیِ حکیم سابق الوصف شدہ ایشاں را در چار سوئے ہندوستان بہ استادی و نازک خیالی و دقت آفرینی علم ساختہ۔ از انجا کہ حکیم مولیٰ بخش قلق را ہیلِ طبع و مناسبتِ خاطر بطریقۂ خاصۂ خویش دیدہ بودند نظرے خاص بحالِ ایشاں مے گماشتند و بعلاوۂ اصلاحِ سخن و القائے غوامض و دقائقِ ایں فن انواعِ لطف و کرم و اصنافِ شفقت و عنایت مبذول میداشتند تا آنکہ سخنِ ایشاں نوعے پختگی پیدا کردہ۔ ہر جا کہ بزمِ مشاعرہ انعقادے مے یافت با استادانِ دیگر ہمطرح شدہ دادِ غزل سرائی میدادند و حاضرین را تعجب بر تعجب و حیرت بر حیرت مے افزودند۔ چوں آتشِ بغی و فساد در چار سوئے دہلی بالا گرفت۔ مامنے بہتر از آنکہ بوطنگاہ خود معاودت کنند۔ درمیان ندیدند۔ ناگزیر از دہلی بہ میرٹھ رفتہ ہمدر آنجا رختِ اقامت انداختند۔ و تا سال ہزار و دو بیست و نود و شش کہ سالِ رحلتِ ایشاں ازیں خاکدان بہ عالمِ جاودان ہست در انجا بودند۔ در بعضے مدارسِ دولتی خدمتِ درسِ فارسی با ایشاں

تعلق داشت کہ وجہِ معاش و سامانِ قوتِ لایموتِ ایشاں بود۔ بسیار قانع و غیور بفضل و هنر از مال و دولت مستغنی و در شعر و سخن رحمۃ طائفۃٍ بہ استادی علم بودند۔ و نیز در طبابت دستے داشتند و لختے از اوقاتِ عزیز را در معالجۂ و مداواے مرضیٰ بذل میفرمودند۔ از وصایاے ایشاں کہ پیش از وفات با کہین برادرِ خود درمیان نہادند یکے آں بود کہ دیوانِ اشعارِ ایشاں را بقالبِ طبعِ ریختہ اشاعت آں کردہ باشند۔ یگانہ دادگر مہر گستر و فرزانہ ہنرور هنر پرور ابو محمد عبد اللہ کہ برادرِ اصغر حکیم مغفور میباشند۔ باآنکہ در مدارسِ انگلیسی تعلیم یافتہ عمرے دریں وادی بسر بردہ اند و چنانکہ داب اکثر از انگلش دانان است۔ ذوقِ شعر و سخن کمتر دارند و نیز از خدماتِ متعلقۂ خود فارغ نیستند۔ با وصیتِ برادرِ مرحوم را از جملۂ فرائضِ مکتوبہ دانستہ کوششے بلیغ و توجہے فوق العادۃ در طبع و اشاعتِ کلامِ ایشاں بکار بردند۔ و مانندِ اخلافِ رشید و اعقابِ سعید وصیتِ آں مغفور بجا آوردہ نامِ برادر را بہ گیتی سمر و خود را از برادر نکونام تر ساختند۔

لراقمہ

گر برادراں زیفساں مهر و دوستی ورزند۔ چوں رسد بفرزنداں نوبتِ نکوئیہا

عرضداشت بحضور نواب کلب علی خاں بہادر رئیس رامپور در شکر عطیہ دیوان فارسی معروف بہ دستنبوے خاقانی و مجموعۂ نثر فارسی موسوم بہ "درۃ التاج"



عالم پناها! سہ روز است کہ بعد یک ماہ سفر پرتعب کہ در اوائل رمضان فجاءۃً بحسبِ ضرورت اتفاق افتادہ بود بدہلی رسیدم و بہ نسخۂ اکسیر اعظم یکے

ورقۃ التاج و دیگر و ستنبوے خاقانی بتوسط مکرمی میرزا داغ بر خوردم. آنا بسبب تاخیرے کہ در گذاردن فریضۂ سپاس گذاری بالاضطرار لا بالاختیار بر روے کار آمد بغایت منفعل شدم۔ اما الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ کار با حضرتِ کریمے ست کہ ہم خطا پوش ست و ہم عذر نیوش۔ بالجملہ در شانِ ایں ہر دو شاہدِ رعنا زبان بمدح کشودن روشنانِ سپہر را بہ قلم تخمین برشمردن و عشرِ بحرِ محیط را بہ گز پیمودن ست۔ سبحان اللہ با وصف مفاخرِ دینی و دنیوی و کمالاتِ صوری و معنوی و فضائلِ علمی و عملی و محامدِ خلقی و خُلقی و محاسنِ وہبی و اکتسابی در نظم و نثرِ اردو و فارسی نیز کہ دون مرتبۂ جلیلۂ خدامِ والا مقام ست مکانتے ارجمند کہ امروز بہ ذاتِ قدسی صفات ست۔ در عامۂ ابنائے زمان عموماً و در اہلِ صناعت خصوصاً کمتر دیدہ میشود۔ وَذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ کسانیکہ شعر را قمیص خود ساختہ اند و عمرے دراز دریں وادی خاک بیزی کردہ ہر آئینہ از منزلگاہِ خسروی بمراحل دور افتادہ اند۔ آرے ؎

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید ۔۔۔ دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

یارب شجرۂ طیبۂ ذات ملکی صفات کہ اصل او در زمین و فرع او فوق السمٰوٰت ست ابد الآبدین و دہر الداہرین از ثمرات کونی و الٰہی بار ور و بر فرق ابنائے امانی و آمال سایہ گستر باد۔

ایضاً

بعد از تقدیم وظائفِ خیر اندیشی و دعائے صحت و سویت مزاجِ اقدس اعلیٰ کہ عین معین فیض عام و رکن رکین بنائے اسلام ست بعرضِ مطلب می پردازد۔ امید گاہا دریں نزدیکی بسمعِ فدوی ہوا خواہ رسیدہ کہ از ناخوشی ہائے دیرینہ دریں روزہا تغیر صریحے

بطبع اشرف بندگان حضور راہ یافتہ است۔ ہمیں کہ ایں خبر مشوش بگوش خیر سگال خورد سوابق حقوق خسروی کہ مرۃً بعد اُخرےٰ بریں بندہ متحقق بودہ است براں آورد کہ خود مہلت یک ساعت ندادہ زود از جائے برخیزد۔ وہر قدر عجلت کہ میتواں بکار بُرد بجا آوردہ بدرِ دولت رسد۔ وچشم تمنا را بنورِ جمال باکمال منور گرداند۔ امّا یک ماہ بیش گذشتہ باشد کہ بعوارضِ نزلہ از سُعال مفرط وذوات الجنب وغیرہ مبتلا است وازیں جہت در اداے فرائض خدمت متعلقہ نیز قصورے راہ یافتہ است وہنوز نمیتواند خود را بوطن برساند پس بکمال شرمساری وخجالت خوے از جبین سترادہ وسر در پیش افگندہ بتمہید عذر رو پوش جسارت مینماید۔ بو کہ بموقف اجابت رسد۔ ومع ذٰلک عزم جزم کردہ است کہ ہرگاہ در امراض لاحقہ افاقتے بہم رسید علی الفور باندازِ تقبیلِ عتبۂ عالیہ خواہد شتافت۔ ومہما امکن از عہدۂ بعضے از حقوقِ بندگی بیروں خواہد آمد۔ امید از درگاہ قاضی الحاجات ومجیب الدعوات آں دارد کہ شکر دعاے عامۂ از مساکین وضعفاء وارامل وایتام وصلحا وزہاد وفقراء وعباد ودیگر بندگان الٰہی کہ از مائدۂ نعمتِ خسروی بہرہ مے ربایند ودر سایۂ عاطفتِ حضور تربیت میبابند۔ زود مدافعتِ جملہ بلیات ومقاومت تمامی مکروہات تواند کرد کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا را رادّ القضا فرمودہ است۔ اَللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ +

عریضہ بنام نامی جناب مرزا اسد اللہ خان غالب در بیان معنی شعر نظیری کہ جناب ممدوح آنرا ناقص العیار و نظیری را قرار دادہ بود حسب الایماے سخنان

قبلہ وکعبہ۔ سخنے را کہ اندازہ دانانِ گفتار و اداشناسانِ معنی از نظرِ اعتبار انداختہ باشند۔ گو ہمہ از نظیری وعرفی باشد بہیچ تاویل و توجیہ طراز قبول نقداں وداد خاصہ بسعی ہیچمدانے

کہ بلدِ راہ سخن و مردِ ایں فن خود نیم چگونہ ایں نقش درست تواند نشست۔ الحق شکستہ را بستن و گسستہ را پیوستن و پارہ را دوختن کارے است بس دشوار و دشوار تر ازاں آنست طرف شدن با استادانِ فن و مردانِ کار۔ وانگاہ با کسیکہ در سخنوری و سخندانی و نکتہ سنجی و نکتہ رانی یگانۂ روزگار بودہ باشد۔ حقا کہ پاس امتثالِ امر واجب الاذعان در نظر دارم ورنہ در نگارشِ معنیِ شعر نظیری کہ مخدوم آں را نظری داشتہ اند ہرگز جرأتے بکار نمے رفت چہ مرا کہ ازاں چشمہ آب خوردہ ام وازاں مائدہ زلہ ربودہ ام۔ اگر بفرضِ محال رائے در فہم معنیِ شعر بصواب بودہ باشد۔ در برابر گفتگوئے کہ باں حضرت درمیاں آید چارہ جز تسلیم و جواب جز خموشی نیست۔ بِللّٰہ الحمد کہ سر از فرمان نہ پیچیدہ ام۔ اگرچہ سررشتۂ ادب از دست رفتہ است۔ خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم۔ والسلام مع التحیۃ والتکریم +

قال نظیری

جذبِ عشقم فی المثل در حسن پیدا ساختن خضرِ چاہ یوسفم از آب حیوان نیستم

بدانست خاکسار قائل از عشق و حسن دریں شعر عشق و حسن مطلق خواستہ است۔ چنانکہ ایں ہر دو مفہوم از حدیثِ قدسی کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ مستفاد مے شود۔ کنز مخفی ہماں حسن مطلق است۔ و اقتضائے ذاتی کہ از لفظ احببت متبادر میشود تعبیر ازاں بعشق میتواں کرد۔ اگرچہ منشائے ظہور کنز مخفی ہماں اقتضائے ذاتی ہست و بس۔ اما اطلاق منشائیۃ بر اعیان موجودات۔ ہم کہ بمنزلۂ علۃ مادیۃ اند۔ مرآں ظہور را در امثال مقدمات خطابیہ و شعریہ میتواں کرد۔ قائل دعوئے میکند و در دعوئے خود صادق ہست کہ منکہ از جملۂ اعیان موجوداتم در پیدا ساختن حسن مطلق حکم جذب عشق پیدا کردہ ام۔ گویا خضرم کہ از چاہ یوسف نشان میدہم نہ آں خضر کہ از آب حیواں نشان میدہد۔ پس

خود را بجذبِ عشق۔ و کنزِ مخفی را کہ عبارت از حسنِ مطلق است بیوسف در چاہ افتادہ تشبیہ دادہ است و وجہ تشبیہ ظاہر است فقط ۔

بنام جناب حافظ قاضی عبدالرحمٰن مرحوم پانی پتی متخلص تحسین

یارب این قدر سرگرمیِ آرزو و فزونیِ بے صبریِ خواہش اگر از جنونِ جولانیِ ہوسِ ہرزہ کاری طمعِ خام است۔ حیرانم کہ و سبب صد زخم و شدتِ درد بالیدگیِ پیکرِ جان و رکاہیدگی و بیتابیِ دل در فزونی و توسنِ صبر در حرونی چرا ست۔ و اگر اینہمہ تو قلمبیہا از خونگرمیِ مہر و وفا و بالادستیِ شوق کارفرما ست۔ آنچہ چیست کہ صاعقۂ محبت ہنوز بخرمنِ آسایش دستِ ہمتے نگماشتہ و صرصرِ تاثیرِ دوستی پردۂ بے نیازی از خاطرِ نازکش برنداشتہ۔ چہ اگر آنست دیر تر صورت نہ بندد و اگر نیست از دل بدل رہ و پیوند۔ کما بیش شش سال است کہ دل جویائے وصال و جان آرزومندِ ملاقات و چشم طالبِ دیدار و گوش مشتاقِ پیام است۔ مہر کہ یکچند از غصۂ انتظار۔ دندان بر جگر افشردہ و روزگارے بیادِ دوستدارے بسر آوردہ باشد۔ مے داند کہ جاوداں بہ عذاب و رنج مبتلا بودن بہ کہ ساعتے در امیدواری گذرانیدن۔ آہ از من کہ عمرے بدیں غم و غصہ و تپشِ اضطراب گذرانیدہ و شبہا از قلقِ جدائی نخفتہ و روزہا از آرمیشِ روی نیارمیدہ ام ؎

بے تو گزیستہ ام تلخیِ این زیست مپرس　　بگذر از مرگ کہ وابستۂ ہنگامے ہست

ہرچند در نگارشِ احوالِ خود و پرسشِ اخبارِ ہمدگر تقصیرے و درنگے کہ رفتہ نہ از آن سو بلکہ از ین سو ہم بر روے کار آمدہ۔ و از ینجا ست کہ در شکوہ گذاری خامہ را دلیر نمیتوانم کرد۔ اما اگر راست پرسی و از حق نہ رنجی میتوانم گفت کہ در پرسشِ جستجوے اخبار و تفتیشِ احوال کوششے کہ بجا آوردہ

وجہدے کہ بکار بردہ ام مرا از عہدۂ پیام گذاری و نامہ نگاری بدر آورد۔ اگر باور نکنند اینک عالمے بر صدق دعوے من گواہ ہست۔ ہر کجا کہ رفتہ۔ با کسے از رہ شناسان شما برخوردہ ام اول از شما پرسیدہ ام۔ باز سخن دیگر بزبان راندہ ام۔ اما از شما آنمایۂ التفات بلکہ صد یک آں ہم چشم ندارم۔ وچگونہ چشم تواں داشت کہ باآنکہ زمانے دراز در پانی پت اقامت ورزیدند و با بسیارے از آشنا و بیگانہ صحبتہا اتفاق افتاد۔ اما باور ندارم کہ در پانی پت کسے گر یاد آوردن شمار ازیں ناکس گمنام بمیان آوردہ باشد۔ حقا کہ استواری اساس مودت و اتحاد و صفائے مشرب عذب اخلاص نہ بحدیست کہ آں ہیچ صدمۂ از جا تواند جنبید و ایں بہیچ کدورت متغیر تواند گشت۔ ورنہ داد آنست کہ درمیانۂ آشنائی و بیگانگی گردش چشمے بیش نیست ؎

نومیدی از وصال تو طاقت گداز بود ۔۔۔ صد جا گرہ زدیم امید بریدہ را

الحاصل بندہ تا یک ماہ در دہلی مقیم ہست امید کہ زود نہ دیر جواب ایں اخلاص نامہ ارزانی فرمایند۔ بدیں نشان کہ لفافہ در دہلی متصل چتلی قبر بمکان نواب محمد مرتضی خاں مرحوم نزد مکتوب الیہ برسد۔ ان شاء اللہ تعالی بعد رسیدن جواب آں سرگذشت ایام جدائی بتفصیل نگارش خواہم کرد۔ اکنوں کہ ورق بپایاں رسید و مجال وقت تنگ و افسانہ بس دراز و نامہ بحرف اشتیاق تمام ختم شد۔ والسلام والاکرام

ایضاً

رسید نہاے منقارہا بہ استخوان غالب ۔۔۔ پس از عمرے بیاد م دادرسم راہ پیکاں را

الحمد للہ کہ نامۂ والا بعد مدت دراز رسید و رابطۂ دیرینہ را نوی بخشید و مرا از شکایتہائے بیجا

منفعل ساخت۔ دانستم کہ بر انداختنِ مراسمِ صوری پیوندِ معنوی را زیان نہ دارد۔ اما ایں قدر
ہست کہ چوں راہِ نامہ و پیام بستہ شود و ایں حالت بہ درازی کشد تا کسے را از ہر دو
جانب بحکمِ بے اختیاریہائے شوق سررشتۂ ضبط و تمکین از دست نرود و سرِ حرف باز نتواں
کرد۔ و باخبارِ ہمدگر بر نتواں خورد۔ گمان نبرند کہ در پردۂ سپاس گذاری بر دوست منت نہم
ہمانا شکرے کہ بوئے شکایت نہ دہد و سخنے کہ بکنایہ ادا کردہ نشود۔ بیگانۂ مذاقِ آشنائی است
ورنہ حاشا ثم حاشا کہ اندیشۂ دیگر در سینۂ اخلاص آگیں گنجایش داشتہ باشد۔ چوں از سرگذشت
مخلص استفسار فرمودہ اند پارۂ ازاں گذارش کردہ میشود۔ مخفی مباد کہ ہرگاہ سنگِ تفرقہ
بر سرِ جمعیت رسید۔ و گلشنِ فراغ را موسمِ خزاں فراپیش آمد۔ شما در گورگانوہ از یار و دیار دور۔
من ہم بہ پانی پت در شکنجۂ جدائی رنجور۔ دو سہ سال در بیت الحزن معتکف بودم۔ دل ہمیشہ
را بوعدۂ امروز و فردا ہمے فریفتم تا آنکہ لشکرِ وحشت ہجوم آورد و سررشتۂ ثبات از دست
رفت۔ رختِ سفر بدہلی کشیدہ آمد۔ و ازانجا بمیرٹھ و ازانجا بہ مرادآباد۔ و باز از مرادآباد
بجانبِ سکندرہ اتفاقِ مراجعت افتاد۔ روزے چند ہم در آنجا بخدمتِ برادرِ مکرم اقامت
ورزیدم۔ چوں دو سہ ماہ بریں برآمد و خواہشے کہ دریں کشش و کوشش مطمحِ نظر بود روائی
نہ پذیرفت۔ ناچار با زمانۂ ناسازگار در ساختم۔ نواب محمد مصطفیٰ خاں بہادر رئیس جہانگیر آباد
در بلند شہر اقامت داشتند۔ مرا بخدمتِ ایشاں بردند۔ بعد از آنکہ گفتگوہا و پرسش جوہا
بہ میان آمد بحکمِ مناسبتے کہ دیدند۔ مرا در گوشۂ خاطر جا دادند و بملازمتِ خود برگرفتند۔ کما
بیش چار سال است کہ در جہانگیر آباد زندگانی بسر مے برم۔ وجہِ معاش اگرچہ ما قلّ و کفیٰ است
اما لطفِ صحبت از حوصلۂ توقع فزوں تر است۔ و دریں روزگار کہ آدمی عنقا و آدمیت حکم
کبریتِ احمر دارد۔ ملازمتِ ایں یگانۂ روشن طبع آگاہ دل را از فتوحاتِ غیبی مے شمرم

ذہن ثاقب و فہم رسا و طبع جواد و خُلق کریم و فکر صائب و نظر عمیق بدین پایہ کمتر دیدہ شد الحق فرشتہ را طبع کرشمہ سنج و خاطر سحر آفرین بخشیدہ بصورت انسان آفریدہ اند و اگر خون گرمی خلف الصدق ایشان نواب محمد علیخان کہ بحلیۂ تہذیب آراستہ و بزیور اہلیت پیراستہ مردے است مرا از من ربودہ است سخن کوتاہ حالتے دارم کہ اگر چرخ بر من رشک برد سزد برسد ش ہ؎

روزگارم گر چنیں با او بنظیری بگذرد ۔۔۔ رشک آید حالیے را بر من احوالِ من

شنیدہ ام کہ دریں عرصہ مدت ورزش سخن را بغایت کمال رسانیدہ اند۔ از مرزا صاحب اکثر ستائش شما در بارہ آں مکرم شنیدہ ام حیف صد ہزار حیف کہ من بگفتار شما کار کام و زبان نسازم۔ و بیگانگان از آں کامیاب شوند۔ امروز بہ پانی پت میروم و رمضان ہم در آنجا بسر مے برم۔ پاسخ اخلاص نامہ بہ پانی پت فرستند۔ و زود فرستند و یک دو غزل از نتائج فکر بلند و آں صحیفہ بقلم فرمایند۔ و اگر فرصت دست دہد در زمین غزل نظیری کہ بالا گذشت سگالش فرمودہ سامعہ یاران بنوازند۔ بارہا تذکرہ صاحب با نواب صاحب درمیان آمدہ است۔ اما از گفتار شما ہیچ نشنیدہ اند۔ ولاکن شوق بسیار دارند۔ دیگر آنکہ طول ایام جدائی بنہایت رسید۔ و چرخ تشتیت ہمچناں در صدد تفرقہ اندازیست۔ و فرصت جمعیت چوں وقت رفتہ باز آمدنی نے نماید و غالب کہ بقیہ زندگی در آرزو سند بہا بگذرند۔ اکنوں کہ ماہ رمضان است۔ تقریب عزم وطن بہتر ازیں بدست نخواہد آمد۔ اگر آں مکرم نیز دریں ایام بہ پانی پت بیایند و ماہ مبارک ہمدر آنجا بسر برند چہ خوش باشد۔ واللہ ما تشکر ایہا الکبیر۔

بنام جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی

ساختن ممنونِ دیدار و بخت سوختن   از قصہ‌ہائے حرمانِ خداداد و نیست

یارب ہر دردے را بدوائے چارہ میتواں کرد و ہر گرہے را بناخنے باز میتواں نمود۔ اما سوزِ درون کہ تمنا نام دارد۔ بنامِ دگرش ناشکیبائی ہست چہ بلا زحمتے است کہ بہ ہیچ افسوں چارہ پذیر نیست۔ تشنہ را بجرعہ آبے و گرسنہ را بپارۂ نانے تسلی میتواں داد۔ و آرزومند دیدار بوصالِ جاودانی سیر نتواں کرد۔ ازینجاست کہ پروانہ در صفِ چراغاں از تپ و تاب باز نہ استد۔ و بلبل در چمنِ بہاراں از نالہ و شیون دم فرو نہ گیرد۔ گوئی مغلوبِ سطوتِ شوق نوش از نیش و ہجر از وصل باز نشناسد۔ وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ ؎

قَالُوْا لِقَاءُ الْحَبِیْبِ لِلْمَهْجُوْرِ تَسْلِیَةٌ   وَلَیْسَ هٰذَا سِوٰی هَذْیِ مَحْمُوْمٍ
فَالْوَصْلُ عِلَّةُ هٰذَا الْاِعْتِلَالِ فَهَلْ   یَحُوْلُ السُّمُّ تِرْیَاقًا لِتَکِیْنِ

پسے بر نیامدہ کہ نامۂ نامی خُدام نزولِ اجلال فرمودہ از جمالِ دل آرائے لیلیٰ نثر و جلوۂ ہوش ربائے شاہدِ نظم دو غرفۂ حدیقۂ معنی بروئے دل باز کشود و از حضورِ روحانی کہ بحکم سابقۂ ازلی وا یما میسر بودہ است و خواہد بود بہ شہودِ جسمانی رسانید۔ و حجابِ دوری کہ پردۂ چشم بود نہ غشاوۂ بصیرت از میان برداشت۔ جائے آں بود کہ ازیں شادی بر خود بالیدمے و در پیرہن نگنجیدمے۔ اما اُشتلمِ شوق کار فرما نگذاشت کہ لختے بخود آیم و از صبر راحت بہرہ ربایم۔ بالجملہ جگر تشنگی طلب بجائے رسیدہ کہ بزلالِ وصال ہم فرو نشستنی نیست تا بہ نامہ و پیام چہ رسد۔ حیرانم کہ دریں کشش و کوشش چہ مے جویم و چہ مے خواہم ؎

میگریم واز گریہ چو طفلم خبرے نیست   در دل ہوسے ہست ندانم کہ کدا ست

ہیہات مضمونِ شکر ہمہ در لباس نظم ادا کردہ شد و باندازۂ شورش نہاں ہنوز یکے از صد نگفتہ ام۔ بہ کہ بعجزِ بیان معترف شوم و سخن بریں یک بیتِ عرفی تمام کنم ؎

غمزہ چوں تیغ زند لب نہ کشائی عرفی   کہ بہ تحسین تو کیفیتِ زنہارے ہست

والتسلیم

نظم عربی

نظم عربی جو مخدومی منشی محمد کرم اللہ خاں دام بقاؤہم کی شادی کتخدائی کے موقع پر بطور مبارکباد کے بیماری کی حالت میں لاہور سے دہلی بھیجی گئی تھی

بنفسی ما به جآء البشیر ؎۱　　　وما افدی به شیٔ یسیر

فبشرنی وقد القیت سمعی ؎۲　　　بسور لا یکافئه سرور

فقمت اذا وکیف یقوم مثلی ؎۳　　　نحیفا لیس یبعثه النشور

شکیّا لا یصاحبه انیس ؎۴　　　غریبا لا یُزار ولا یزور

نسیت ولم اکد انسی ہمومی ؎۵　　　فما ہذا النشاط وذا السرور

اری الارجاء قد ملئت بہاءً ؎۶　　　وفی القمرین فوق النور نور

فیا للربع من ربع بہیج ؎۷　　　به صحب واخوان حضور

؎۱ میری جان فدا ہو اُس خبر پر جو قاصد لایا ہے۔ مگر جو چیز میں فدا کرتا ہوں وہ حقیر چیز ہے ۱۲

؎۲ اُس نے مجھے ایسی خوشی کی خبر دی جس کی کوئی خوشی برابری نہیں کر سکتی ۱۲

؎۳ میں خوشی کے مارے کھڑا ہو گیا مگر مجھ جیسا ناتوان کیونکر کھڑا ہو سکتا ہے جسکو یوم نشور بھی نہیں اُٹھا سکتا

؎۴ ایسا بیمار جسکا کوئی مونس نہیں اور ایسا مسافر کہ نہ اُس سے کوئی ملے اور نہ وہ کسی سے ملے ۱۲

؎۵ میں بھول گیا اپنے رنج جنکو بھول نہ سکتا تھا یہ کیسا نشاط ہے اور کیسی خوشی ہے ۱۲

؎۶ میں چاروں طرف روشنی ہی روشنی دیکھتا ہوں۔ اور چاند سورج میں معمولی نور سے زیادہ نور پاتا ہوں ۱۲

؎۷ وہ پُر رونق مجلس کیسی مجلس ہو گی جس میں یار اور بھائی جمع ہوں گے ۱۲

كأن الناس حول العرس كانوا — نجوماً بينها قمرٌ منيرُ
وارجو حضرة الاصحاب فيه — بشوقٍ لا الى هوسٍ يصيرُ
فان يك فاتني ما كنت ارجو — اذاً قد فاتني خيرٌ كثيرُ
احبُّ ولستُ اكذبُ عرسَ قومٍ — لهم ولعرسهم شانٌ كبيرُ
ابوه وجدّه وهلمّ جرّا — سريٌّ او غنيٌّ او اميرُ
له في ذاته كرمٌ عميمٌ — كما في اسمه كرمٌ شهيرُ
فقرّت اعينُ الزوجين قرّاً — الى ما كان للدنيا قرورُ
وكان مباركاً لهما ازدواجٌ — بودٍّ لا يداخله نفورُ
فباطنه كظاهره صلاحٌ — وآخره كاوّله سرورُ

۱ گویا کہ لوگ دولہا کے گرد ستارے ہیں اور اُن کے بیچ میں چاند روشن ہے ۱۲

۲ میں وہاں یاروں میں شامل ہونے کی آرزو رکھتا ہوں۔ دلی شوق سے نہ جھوٹ موٹ ۱۲

۳ پھر اگر میری یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو بڑی دولت میرے ہاتھ سے جاتی رہی ۱۲

۴ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے اُن لوگوں کے دولہا سے محبت ہے جن کی اور جن کے دولہا کی بہت بڑی شان ہے ۱۲

۵ دولہا کے باپ اور دادا اور پڑتک یا سردار تھے یا دولتمند یا حاکم ۱۲

۶ دولہا کی ذات میں بھی کرم عمیم ہے۔ جیسے کہ اُس کے نام میں مشہور کرم ہے ۱۲

۷ خدا کرے جب تک کہ دنیا قائم ہے۔ میاں اور بی بی دونوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں ۱۲

۸ اور دونوں کو یہ عقد خالص محبت کے ساتھ مبارک ہو ۱۲

۹ اس عقد کا باطن مثل ظاہر کے بھلائی ہو اور اس کا آخر اول کی طرح خوشی ہو ۱۲

ذیل کی ابیات دہلی کے احباب کو لاہور سے اُس وقت لکھکر بھیجی گئی تھیں جبکہ راقم دلی سے بدلکر لاہور کے سررشتۂ ترجمہ میں چلا گیا تھا اور دوستوں کی جدائی میں مغموم تھا

[۱] هَل مَن يُبَلِّغُ عَن مَحصُورِ لَاهُورِ — عَن مُبتَلًى فِيهِ بَعدَ الكَورِ بِالحَورِ
[۲] إِلَى دِيَارٍ بِهَا سَلمَى وَأَهلُهَا — أَن لَم يَكُن فِي زَمَانِ البَينِ مِن خَيرِ
[۳] هَل فِيكُم مَن يُوَاسِي حَائِرًا أَسِفًا — بِمَا مَضَى مِن دَوَامِ القُربِ وَالزَّورِ
[۴] وَلَم يَزَل حَدَثَانُ الدَّهرِ يُزعِجُنِي — يَومًا بِنَجدٍ وَيَومًا كُنتُ فِي غَورِ
[۵] لٰكِنَّنِي رَاسِخٌ فِي حُبِّكُم قَدَمِي — فَلَن أُحَوَّلَ عَن طَورٍ إِلَى طَورِ
[۶] إِنِّي أُحِبُّ وَأَهوَى أَن أُلَاقِيَكُم — وَإِن لَم يَكُن نَحوَكُم مَسعَايَ أَو سَيرِي
[۷] إِنِّي أَرَانِي وَقَد أُنضِيتُ مِن نَصَبٍ — بِحَيثُ لَم أَبقَ أَن أَمتَازَ عَن غَيرِي
[۸] وَإِذ رَأَيتُ قَضَاءَ اللهِ مُحتَكِمًا — رَأَيتُ نَفعِي طَوَى فِيمَا يُرِي ضَيرِي

[۱] کون ہے جو پیغام پہنچائے لاہور میں گھرے ہوئے کی طرف سے جو کہ یہاں آکر آسائش کے بعد تکلیف میں مبتلا ہو گیا ہے۱۲

[۲] اُس یار میں جہاں سلمٰی اور اُسکے اہالی موالی رہتے ہیں یہ پیغام کہ جدائی کے زمانہ میں بھلائی بالکل نہ تھی۱۲

[۳] کوئی تم میں ایسا ہی کہ جو غمخواری کرے ایک حیرت زدہ کی جو گزشتہ صحبتوں اور ملاقاتوں پر افسوس کر رہا ہی۱۲

[۴] ہمیشہ زمانہ کے انقلاب مجھے بے آرام کرتے رہے ہیں۔ کبھی بلند جگہ اور کبھی پستی میں میری گزرتی رہی ہی۱۲

[۵] لیکن تمہاری محبت میں میرا قدم جما ہوا ہی۔ سو میں ایک حالت سے دوسری حالت بدلنے والا نہیں ہوں۱۲

[۶] میری خواہش اور میری آرزو یہ ہی کہ تم سے ملوں اگرچہ تمہاری طرف دوڑنا اور چلنا میرے اختیار میں نہیں ہی۱۲

[۷] میں جبکہ غم سے تحلیل ہو گیا ہوں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اپنے میں اور دوسرے میں تمیز نہیں کر سکتا۱۲

[۸] مگر جب میں نے حکم الٰہی کو سراسر حکمت سمجھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرے ضرر میں میرا نفع مضمر ہے۱۲

أرجو من الله بعد العسر میسرةً — إمّا على مهلةٍ مّا أو على فور

ذیل کی نظم کارڈری[1] صاحب کی شان میں اُسوقت لکھی گئی تھی جبکہ وہ لاہور میں قائم مقام ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم تھے اور راقم سررشتۂ ترجمہ میں کام کرتا تھا اور صاحب ممدوح سے ایک معاملہ میں سفارش کا خواستگار تھا۔

لنا اسبابین عند خصاصةٍ[۲] — تکون بنا ان نلتجی بالقصائد

فنثنی علی من کان یکفی امورنا[۳] — ولا سیما من کان اشعر ناقد

وأنت الذی تحوی الفضائل جمّةً[۴] — کما تحتوی الداماء جمّ الفوائد

فتشناک تفتیش اللحاة عن العدی[۵] — فلو نرشیئاً فیک غیر المحامد

لقد قلما ولیت امر جماعةٍ[۶] — فمیزت منهم واحداً بعد واحد

ومن ذا الذی یعزک ذرب لسانه[۷] — فانک لا تشری بضاعة کاسد

له اب میں خدا سے سختی کے بعد آسانی کی امید رکھتا ہوں خواہ کسیقدر دیر کے بعد اور خواہ جلدی ۱۲

۲ه ہم اشیاء اسکے سبب ہیں کوئی حاجت پیش آتی ہے تو وسیلہ قصائد کی پناہ لیا کرتے ہیں ۱۲

۳ه پس اس شخص کی تعریف کرتے ہیں جو ہماری کاربرآری کرے خصوصاً ایسا شخص جو شاعر اور نقادِ سخن بھی ہو ۱۲

۴ه اور تو وہ شخص ہے کہ تجھ میں بہت سے فضائل جمع ہیں جیسے کہ دریا میں بہت سے فوائد جمع ہوتے ہیں ۱۲

۵ه ہم نے تیری اس طرح چھان بین کی جیسے نکتہ چیں اعداء کی کرتے ہیں مگر ہم نے کبھی تجھ میں کوئی شے خوبیوں کے سوا ۱۲

۶ه تھوڑے ہی دن ہوئے کہ تو ایک محکمہ کا افسر بنایا گیا ہے سو تو نے اُسمیں ایک ایک کو اچھی طرح پرکھ لیا ۱۲

۷ه وہ کون شخص ہے جسکی چرب زبانی تجھکو دھوکا دے سکے کیونکہ تیری پسند نکمے کو نہیں قبول کر سکتی ۱۲

---

[1] یہ وہی کارڈری صاحب ہیں جو آخر کو رزیڈنٹ مقرر ہوکر حیدرآباد گئے اور کئی سال وہاں رزیڈنٹ رہے ۱۲

[1] ولم یُنسک الغُیَّاب عنک مغیبہم ‏ فعندی لیحق الغ اتیین کشاھد

[2] اتیت ببدیعٍ لم یجد قبل واحدٌ ‏ الیہ سبیلاً من ذکیٍّ وخامد

[3] کشفت غطاء عن خبیات ہومرٍ ‏ کما یکشف الصبح الدجی عن مراقد

[4] وھل بعد ھذا الفضل للمرء حاجۃٌ ‏ الی غیرہ من بینات الشواھد

[5] مدحتک حقاً غیر مُطرٍ مبالغ ‏ وشانک عندی فوق تلک المحامد

مبارک باد شادی کتخدائی جناب مرزا ثریا جاہ صاحب گورگانی خلف اوسط جناب مرزا ہدایت افزا المعروف بہ مرزا الٰہی بخش مرحوم جو میرے عزیز دوست مولوی مرزا اشرف بیگ مرحوم کی فرمایش سے لکھی گئی تھی

[6] أَبَیْتَ اللَّعْنَ نُخْبَۃَ آلِ قَوْمٍ ‏ اِلَیْھِمْ یَنْتَہِیْ کُلُّ الْمَعَالِیْ

---

۱ تجھکو غائبین کا نظر سے اوجھل ہونا بھلا نہیں سکتا ۔ تیرے نزدیک غائب اور حاضر میں کچھ فرق نہیں ۱۲

۲ تو نے ایک ایسا نادر کام کیا ہو کہ تجھ سے پہلے کسی ذکی یا غبی کو اُس کا رستہ نہیں ملا ۱۲

۳ تو نے ہومر کی نظم کی مشکلات کا پردہ اس طرح اٹھا دیا ہو جیسے صبح خوابگاہوں سے اندھیرا زائل کر دیتی ہے ۱۲

۴ کیا اِس فضیلت کے بعد آدمی کو کسی اور روشن تر شہادت کی حاجت باقی رہتی ہو؟ ۱۲

۵ میں نے تمہاری تعریف سچ سچ بغیر مبالغہ کے کی ہو۔ مگر میرے نزدیک تمہاری شان اس تعریف سے بالاتر ہو ۱۲

۶ تو لعنت سے محفوظ رہیو ۔ اے ان لوگوں کی اولاد کے انتخاب جن کی طرف تمام بڑائیاں منتہی ہوتی ہیں ۱۲

حاشیہ ۱ کار ڈسی صاحب نے یونان کے مشہور شاعر ہومر کی کتاب نظم یعنی اِلیڈ کا ترجمہ یونانی سے انگریزی نظم میں کر کے انگلستان میں بڑی شہرت حاصل کی ہو۔ یہ اُسی ترجمہ کی طرف اشارہ ہو ۱۲ حالی حاشیہ ۲ عرب زمانۂ جاہلیت میں سلاطین و ملوک سے خطاب کرتے وقت یہ جملہ بطور تحیت و دعا کے بولا کرتے تھے اس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تو نفرین و بد دعا سے ہمیشہ بچا رہیو ۱۲

لهم بین الوری ذکر رفیع[۵۱] — وشان فی ملوك الدهر عالِ

وانك انت یا من طاب نفسا[۵۲] — لهم خیر الجدود لخیر آلِ

خطبت کریمةً من طیّبات[۵۳] — اولات الفضل خیّرة الفعالِ

فیا للمنتدی خیر النوادی[۵۴] — به حُققت موالات الموالی

ویا للعرس من فحل کریم[۵۵] — اثیل المجد محمود الخصالِ

یجود بما یُضَنّ ولا یباهی[۵۶] — ویفعل ما یشاء ولا یبالی

یجیب السائلین بغیر مکث[۵۷] — ویعطی العائلین بلا سؤالِ

وان یك اصغر الاقران سنًّا[۵۸] — فاکبرهم بلوغًا فی الکمالِ

فبورك فیه ما دام الثریا[۵۹] — وما انسلخ النهار من اللیالی

---

۵۱ جن کا نام دنیا میں بلند ہے اور جن کی شان شاہان عالم میں عالی ہے ۱۲

۵۲ اور تو اے پاک نفس! اُن اچھے آبا و اجداد کی اچھی اولاد ہے ۱۲

۵۳ تو نے ستھرائی اور بڑائی والیوں اور پسندیدہ خصال مستورات میں سے ایک عالی خاندان لڑکی سے شادی کی

۵۴ پس وہ کیسی شاندار محفل ہوگی۔ جہاں دوستوں میں محبت متحقق ہوتی ہے ۱۲

۵۵ اور کیسا شاندار دولہا ہے۔ جوانمرد سخی۔ خاندانی بزرگی والا اور پسندیدہ خصلت والا ۱۲

۵۶ وہ دیتا ہے جو چیز نہیں دی جاتی اور فخر نہیں کرتا۔ اور کر بیٹھتا ہے جو چاہتا ہے اور کچھ پروا نہیں کرتا ۱۲

۵۷ مانگنے والوں کی بلا توقف سنتا ہے اور محتاجوں کو بغیر مانگے دیتا ہے ۱۲

۵۸ اگرچہ عمر میں ہمچشموں سے چھوٹا ہے۔ مگر کاملیت کی حد کو پہنچنے میں سب سے بڑا ہے ۱۲

۵۹ پس برکت دیا جائیو جب تک کہ آسمان پر ثریا ہے اور جب تک کہ راتوں سے دن برآمد ہوتے رہیں ۱۲

قصیدۂ بائیہ

در شان حضرت شاہ عبد الغنی قدس سرہٗ کہ ہنگام اقامت آنجناب بہ مدینۂ منورہ از ہند بخدمت بابرکت ایشاں فرستادہ شدہ بود و از آنجا اطلاع رسیدن آں ابیات حضرت ایشاں بدستخط خاص بعبارت مندرجۂ ذیل دادہ بودند

بسم الله الرحمن الرحیم ـ من عبد الغنی ابن ابی سعید الی الفاضل النبیل و الادیب الجلیل المولوی الطاف حسین ـ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ـ وصل مکتوبکم الشریف مع القصیدة الی العبد الضعیف مع فصاحته وبلاغته لا یخلو عن الشیٔ من جملة المحسن ہ لا عیب فیهم غیر ان سیوفهم ؞ فیها فلول من قراع الکتائب ؞ واستحسنها بعض ادباء المدینة المنورة لما فیه من البراعة والفصاحة الله یتجاوز من ذلی وینفعکم باعلیٰ منایا ومآرب بجاه صاحب الشفاعة الکبریٰ سیدنا محمد وآله واصحابه فلک السعادة ونجوم الهدایة بلا ریب وخلل ـ والسلام ؞

هَوَی الحُورِ بَلوَی کُلِّ حِبرٍ و نادبٍ ۔۔۔ وفتنةُ قِسّیسٍ و زَلّةُ راهبِ
وهزمٌ لمنصورٍ و فتحٌ لخاذلٍ ۔۔۔ وعزٌّ لمغلوبٍ وذلٌّ لغالبِ
وما من نساء الحیّ للعزّ مخلصٌ ۔۔۔ بلیهٍ قد استأسرن اهل التجاربِ
ولیس بداءٍ کاد یشفی سقیمه ۔۔۔ صبابةُ قلبی بالعذاری الکواعبِ
فقد اختطفت لُبّی درُوعی ملیحةٌ ۔۔۔ بالطف مدارٍ لا بعبس مُعاتبِ
معطّلة الآراء من غیر رقیة ۔۔۔ مُقتّلةُ الاحشاء لا بالمضاربِ
وصاحبةُ العشاقِ لا فی مکارةٍ ۔۔۔ وکاذبةُ المیثاق لا بالمُراقبِ
لفی نظرةٍ منها و غمزٍ و لمحةٍ ۔۔۔ بلاء لذی ورعٍ الی الله تائبِ
وکم من حیاءٍ دونها و تصحّبٍ ۔۔۔ وحصنٍ من التقویٰ و خوف العواقبِ
عجبنا لها قد خرّ موسیٰ صعقه ۔۔۔ ولکن رأینا عند کشف الجلائبِ

ذهبنا لنلهيها بنا عن مشاغلٍ — فجاءت ولهتنى عن الاشتغال بى
اشدّ بلاءً وصلها من فراقها — اذا كان عند الوصل خوف المراقب
أُراقب وقت الوصل من غير موعدٍ — اصدّق فى اقدامها قول كاذب
اليلاى ما اغناك عن شان مولعٍ — له انت فى دنياه قُصوى المآرب
تناسيت فى ذكراك علمًا وحكمةً — لانضيتُ ايّامًا اليها ركائبى
ذهبت بصبرى يوم اقدمت فى الحمى — نزلت وما انزلتِ حمل المراكب
شغلتِ بلحظٍ قلبنا عن مشاغلٍ — صرفت برمزٍ قصدنا عن رغائب
يُغشّى على ابصارنا منكِ جلوةٌ — كانّك فى الاستار من غير حاجب
عتابك حلوٌ فى المذاق فعاتبى — وضربك حتى للرقاب فضاربى
ودونك قلب العاذلين بنظرةٍ — لكِ الدَّين عند العاشقين فطالبى
اجنّةُ لا تُشكوُ[له] احزينًا فربّما — تُهيّج للاصحاب رنّةُ صاحب
ذرونى وقلبى بالرزايا فانه — مصائبُ اُخرى ذكر تلك المصائب
لقد قلّ عونى فى اُخيٍّ كثيرةٍ — كانّى غريبٌ بين خِلٍّ وقارب
ولى من موالٍ انّما انا بينهم — بمنزلة الكرار بين النواصب
وفيما الى سلمى وصولى فاننى — ضللتُ سبيلى فى ضياء الكواكب
لاصبح يوم البين كالليل مظلمًا — كانّ صباحى قطعةٌ من غياهب
كما اظلم الدهلى بتغريب كوكبٍ — مُضئٍ على عُربٍ عن الهند عازب
عروفٍ غزير العلم هادٍ ومرشدٍ — جليل المساعى مستفيض المناقب
صبورٍ على البلوى شكورٍ على اللُّهى — نفورٍ من الدنيا الى الحقّ راغب

له لا تشکو من الاشکاء بشکوه آوردن ۱۲

من ادركنا لِ سقتدى كل كامِلِ　　　محيطٍ برحَالٍ مُنتهى كل طالب
اذا ما قضى عدلٍ صدقٍ اذا روى　　　مصيبٍ اذا افتى اذا قال صائب
وحيد الورى عبد الغنى الذى له　　　اوائل مرآةٌ لكشف العواقب
يقوم غبيٌّ جالس الشيخ ساعةً　　　بقلبٍ ذكيٍّ مُطمئنٍّ مُراقب
وترجع رجعًا فهو قهرىٌّ دون بابه　　　ضلالة ضِلّيلٍ وخَيبةُ خائب
ليعلم علوم الناس بالشمس فى الضحى　　　باسرارِ موجودٍ واحوال غائب
بِدايتُهُ اقصى نهايات مُنتهٍ　　　نهايته قصوى عنايات واهب
مَهَابتُهُ فى نفس الفٍ ووامقٍ　　　ارادته فى قلب عادٍ وجانب
هو السابق الغايات من صاعدى العلى　　　الى رجلهم لا ينتهى سير راكب
كراماتهم مشهورةٌ فى مشارقٍ　　　مقاماتهم من كورةٍ فى مغارب
لأوضح برهانٍ على اختصاصهم　　　بموهبة الرحمٰن خير المواهب
صيانتهم من كل طاغٍ وعانِدٍ　　　اذا غلبوا فى الهندِ كل اغالب
وممّن يصدّون السبيل امامهم　　　وكم خلفهم اذ هاجروا من مُعاقب
فلما احيطوا انما كان حولهم　　　نصال العوالى او ذُباب القواضب
ولما اتى نصر من الله بغتةً　　　لقد سابقوهم مُعجزى كل ناهب
تاثره شرعًا عن ابًا وقاطنًا　　　فيا عجبا من رائجات الجلائب
ولم يروِ حتى اجتاز ابارقومه　　　فقد ورد الينبوع اصل المشارب

۵ اشارة الى ما نقل عن بعض الثقات ان الشيخ الممدوح راى ليلةً سيد الطائفة خواجه بهاء الدين النقشبند فى المنام فبايعه بلا واسطةٍ بعد ما بايع شيوخ عصره مع اقرانه والله اعلم ۱۲ حالی

مدحنا بما اختص الورىٰ من مراتب وفی الشیخ شانٌ فوق تلک المراتب
سینفد دون الابتداء بوصفہ اقاویل وصّافٍ واوصاف کاتب

مبارکباد خطاب شمس العلما بہ جناب مولانا شبلی نعمانی کہ در علیگڈھ نوشتہ شد

یا وحیدًا من الکرام فریدًا وعزیزًا لمثلی علق نفیس
انت اولی بان تلقب شمسًا بل بان یجعلوک شمس الشموس
انت شمس الھدیٰ ولست بشمس یعتریھا الخنوس بعد الخنوس
انت طھرت ذیل دین مبین لوّثتہ اللئام بالتدلیس
ثم دافعت عن امام نقی کان بعد النبی خیر رئیس
وعن الحق قد کشفت غطاءً بعد ما اغلفوہ بالتلبیس
سرت فی الارض انت برًّا وبحرًا للمعالی ولا لامر خسیس
قلد ولّ التزام مدرس قوم فیہ یرجی لھم کمال النفوس
فتقلدت والتزمت لزومًا خدمۃ المسلمین بالتدریس
قمت بالدرس والدراسۃ فیہم فارغًا عن ریاسۃ ورئیس
وجعلت الکمال غایۃ ھمٍّ واتخذت الکتاب خیر جلیس
فعلی القوم ملاءہا لک حقٌّ کلّھم من وجوھھم ورؤس
صانک اللہ عن مکارہ حتّیٰ صرت کالقلب منّا فی الخمیس

نثر عربی

ضراعت نامہ موسومہ اعلیٰ حضرت مولانا و مقتدانا شاہ عبد الغنی قدس سرہ کہ با قصیدہ بائیہ در مدینہ منورہ ارسال داشتہ بود

هذه نبذ کلمات عدیدة وعدة ابیات غیر سدیدة یتوسل بها العبد الذلیل الصغر الیدین الملتزم بالشرو الشین المتشبث بالطاف حسین کان الله له ولوالدیه فی النشاتین الی المولی الجلیل والشیخ النبیل مالک أزمّة الاستکمال و التکمیل الهادی الی سواء السبیل قدوة السالکین زبدة العارفین رأس الفقهاء والمحدثین قطب الملة والارشاد قبلة الابدال والاوتاد صدر الشریعة الغراء عماد الملة البیضاء ومظهر الانابة والاجتباء اوجه العلماء الاعلام مجاور حرم خیر الانام وارث علم النبی مولانا ومرشدنا شاه عبد الغنی المجددی النقشبندی الهندی المدینی لازال ظل فیضه ممدوداً وقرع بابه مقصوداً سمعت یا مولانا ان اعرابیاً جاء الی هارون الرشید بماءٍ کدرٍ ملحٍ اجاجٍ کان یظن الماء احلی من شریب النبات واصفی من ماء الفرات تقرب به الی الخلیفة وجعل هدیة له فدخل المجلس وعرضه علیه فاذا هو ماء منتن الریح مُرّ الطعم کدر اللون فتفرس هارون واطلع علی داخلة امره وعلم ان یک ملحاً فی نفسه ولکنه حلو فی مذاق الاعرابی فمنع القوم عن هتک سره وافشاء امره لکی لا یاخذه الندم فیرجع خائباً اسفاً وامر بعطیة جلیلة له واخرجه علی الحال من بغداد مخافة ان

یقیم بها او یشرب من ماء دجلة فیجد حلاوة فی ذوقه ولطافة فی طعمه فیستحیی استحیاء النادم ویوص بنان السادم فکذلک ارجوانا ایضا یا شیخ یا مولائی ان تنظر الی ما ارسلت الیکم من کلام مجین وقول غیر متین نظرة بالقبول فاذن یعوّض ما فیه من الخطاء صوابا ومن النقص تماما فانت من رجال اذا مروا باللغو مرّوا کراما وان تدعو لی بدعوة تکشف عنی الغمّة وتدرکنی بصرف الهمة وبذل النّهمة مستعینا بجناب سید المرسلین و متمسکا بذیل رحمة العلمین فداه امّی وابی صلوة الله وسلام واله واصحابه اجمعین فاننی قد هلکت نفسی الاهواء واحاط بشراشر قلبی بلاء الاخلاق من الشداد ولا سبیل الی الرشاد قد اخترت علی الاٰجل عاجلا والعجب ان العاجل ایضا کالاٰجل مفقود رضیت من الجلیل بالحقیر والحقیر ایضا لیس بموجود فیا اسفی قد وقعت سهامی کلها عن هدف المقصود وبقیت صفر الکف فی الدنیا والاخرة ؏

کیف الوصول الی معاد دونها قلل الجبال ودونهن حتوف
والرجل مافیة وما لی مرکب والکف صفر والطریق مخوف

فها انت یا شیخ یا یها العزیز مسّنا واهلنا الضر وجئنا ببضاعة مزجاة فاوف لنا الکیل وتصدق علینا ان الله یجزی المتصدقین وسلام علی عباده الذین اصطفی من مجاوری حرم المصطفی صلی الله علیه واله وسلم

دوسرا خط جناب ممدوح کے نام جس میں پہلے خط اور قصیدہ کی رسید کا شکریہ ادا کیا گیا ہے

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سیدنا ونبینا محمد واله وصحبه اجمعین وبعد فیا ایها الشیخ یا مولائی سلام علیکم ازکی سلام ثم سلام علیکم الف الف سلام

قد بلغنی منکم ما کنت ارجوا من بشارة القول واجابته المامول فشکرالکم بعد شکر علی ما

ادرکتمونی وتدارکتم بالی من محاسبة الساعات ومراقبة الاوقات تاالله لقد قررت من

الامال بمالا یرجی ونلت بموهبة منکم عظمی ومن مثلکم شئ یسیر کم فیه من خیر کثیر

فانکم الیوم منتهی قصدی وقصارای امل لکل قریب وبعید وشقی وسعید وانتم بارض

ترابها شفاء الاسقام ومقام کریم لایحله الا الکرام وانا العبد الذلیل الملتزم بالشرع

الشین المدعو بالطاف الحسین تجاوز الله عما جنت یدی وغفر الله لی ولوالدی وسلام

علی عباده الذین اصطفی من مجاوری حرم المصطفی صلی الله علیه واله وسلم ،

مکتوب بنام مرزا اشرف بیگ مرحوم دہلوی از لاہور

سلام علیکم سلام غریب بعید الدار مهجور الاوطان والاوکار طویل اللیل عبوس

النهار قد حل ارضا لا انیس بها ولا صاحب وضاقت علیه بما رحبت فاعیت به

المذاهب لایتمکن من عزمه فیبصر قصده ولا یقدم علی نفسه فیری رشده

قد ترکتموه غرضا لسهام الالام ودریئة لطعان الاحزان والاسقام وحیدا

طریدا بائنا بعیدا خزینا کئیبا قلقا مکروبا ولکنه مع مابه من الهم والشجی

والحزن والاسی وکأبة الفراق وحرارة المشتاق ولوعة قلبه ولعوة حبه وشتیت باله

وجزعه وبلباله لایکاد یشغله عنکم شاغل ولا یحول بینه وبینکم حائل ، وقد القی

ذکرکم بین عینیه لیأنس به ویسکن الیه وکلما یبلغه کتاب او تهب ریح خطاب

من عند احد من الاحباب یهیج له شوقا الی شوق ویجشمه من الهوی مالا یسعه

الطوق فالحمد لله حمد الصابرین الراضین بقضائه کلما قضی للراجین رحمته

عند کل کریہۃ و بوسی علی ما قد قیل ؎

ادی الصبر محمودا و عنہ مذاہب فکیف اذا ما لم یکن عنہ مذہب

ہو المہرب المنجی لمن احدقت بہ نوائب دہر لیس منہن مہرب

فالمرجو منکم یا معاشر الخلاق و خلص الاخوان ان لا تنسوا ما انعم اللہ علیکم من قریرۃ اعینکم و سکینۃ قلوبکم فی محادثۃ الاحباب سرا و جہارا و مفاکہۃ الاتراب لیلا و نہارا وان تجعلوا شکر تلک النعمۃ ذکرنا و مواساتنا و تدارک ما فاتنا من اخضر عیشنا و اطیب حیاتنا فلا یشغلکم شان عن شاننا ولا یبعدکم بعد مکاننا و من مثلکم نظرۃ الینا ولو کانت بعد زمان یروی غلیل القلب اللہبان واما ما بلغنی الیوم بعد دہر طویل من کتابکم الجزیل و امرکم الجلیل فقد سرنی اشد سرور و صنع بی ما یصنع لقاء المہجور بالمہجور وستجدون جوابہ ان شاء اللہ ردیف ہذا الکتاب مندرجا فی کتابکم المطاب واما ما سألتم عن بعض اعمال المدارس فقد سألتم عن ظل زائل و رسم دارس والسلام علیکم و علی من یحبنا و نحبہ ممن لدیکم و من حوالیکم ۔

کتابۃ اخری

سلام علیکم اعلی سلام من قبل الغریب المستہام وبعد فہذا جواب ما بلغنی من کتابکم المتین و خطابکم الرزین فی لسان عربی مبین فوقع عندی موقعا حسنا و سررت بہ اشد سرور ولکنہ قد وقع فی استجوابہ نحو من التمکث الغیر المعتاد[1]

[1] اس خط کا آخری حصہ تلف ہو گیا۔ اسلئے ناتمام حالت ہی میں چھپوا دیا گیا ہے ۱۲ حالی

فوالذی نفسی بیدہ ما منعنی منہ الا انہ کان الزمان زمان الفتنۃ والبلاء والمرض والوباء قد انزوت العافیۃ فی الزوایا واحدقت بالبلد انواع البلایا وکان الناس بین صرعی وقتلی فمنہم من لسعتہ الحمّی ولدغہ الصداع ومنہم من قتلتہ الھیضۃ بذات الشفرتین من سیف الاسہال والھواع وکان الجدری العام مؤیدًا علی ذلک ابتُلیتْ بہ صغارھم وکبارھم وذکورھم واناثھم فھلک من ھلک ونجا من نجا۔ واما الباقون وانا منہم وقلیل ما ھم فکانوا بین الخائفین والراجین الذین یاتیہم الموت من کل مکان وما ھم بمیتین ولم یزل کان الامر کذالک حتّٰی صار الموت والحیوۃ کفرسی رھان یسبق ھذہ تارۃً وتلک اخرٰی +

کتابۃ اخری ارسلت بعد معاودۃ من حیدرآباد الی الوطن الی جناب النواب عماد الملک الشہیر بمولوی سید حسین البلکرامی احد ارکان الدولۃ العالیۃ

اقمت معتصمًا شہرًا وایامًا ‏ ‏ بحبل رافتکم فی حیدرابادہ

فہذا دعاءٌ وتذکارٌ لنعمتکم ‏ ‏ وشکرٌ لاحسانکم یا سید السادہ

ولست بناسٍ طول عمری صنیعکم ‏ ‏ کذا جرت باذّکار النعمہ العادہ

وبعد فقد وصلت یا سیّدی فی ۳ نومبر یوم الثلثاء بنعمۃ اللّٰہ وحسن توفیقہ من بمبئی الی دلی سالمًا وغانمًا وکنت فی بمبئی نزیلاً فی منزل صاحبکم الجلیل المبجّل الممتاز عن الاقران فی المعمورۃ بالسیر العادلۃ والاخلاق المرضیۃ السید غلام حسین

المتنزة عن كل شين الذى فى زورته سكينة للقلب وقرية للعين ستين ساعة فعاملنى هذا الفتى معاملة لاتكاد تقع بين الاجانب بل عاشر فى معاشرة الاصحاب بالاصحاب ورافقنى مرافقة الخلان بالخلان وارانى من خصائص المعمورة وعجائبها ومراسيها ومراكبها فوق ما كنت ارجو ان ارئها وله غير ذلك من الصنائع التى صنع بنا مالا يوصف باللسان ولا يفيه اللفظ والبيان فياليت شعرى أ اشكركم اياكم على ما هديتمونى منزل الرجل النبيل ودللتمونى على سواء السبيل الى خوان الخليل ام احمد الرجل على ما اكرمنى واحسن مثوى واعاننى على ما كنت بصدده من اطلاع احوال المعمورة وبالغ فى حسن الاضافة والقرى ولم يأذن لى بالرحلة من بمبئى الا كرها فوالله لئن كان الاسمعيليون كلهم متخلقين باخلاق اخيهم هذا جزمت بان الناجية من الفرق الاسلامية هى الفرقة الاسمعيلية لا غير. ثم ان الرجل كان يقول مشتكيا عن جنابكم الرفيع انكم لم تكتبوا كتابا منذ زمان طويل ولم تطلعونه على احوالكم ولم تسالوا عنه وعن احواله وامرنى ان اخبركم بذلك واسالكم ان تداركوا ما فاتكم وما على الا البلاغ ٭

كتابة اخرى الى مدير الجريدة العربية المسماة بالنحلة الادبية فى لندن

قد اسلة القمرن الجليل قد وصلنى من اول تموز الى اخر تشرين الثانى ثلثة اعداد من جريدتكم الفريدة المسماة بالنحلة الادبية التى تلوح آثار قبول العالمين من غرتها البيضاء فتمتعت بما فيها من سوانح الاخبار وبدائع الافكار وفوائد اخرى يعجز عن حصرها

لسان الاظهار فبعدها انشکو غایة التشکر علی یا احسنتم الی مثل هذا المسکین
بارسال الجریدة اقول انی مع بالی من شدة الولع وغایة الحرص علی مطالعة
النحلة لا استطیع ان اشترك فیها وان مثلی فی الباب کمثل ظمان علی راس بئرٍ
ماله دلوٌ ولا سببٌ یتوصل به الی الماء ولا قلبٌ یصبر علی العطش ولکنی
اتعهد ان شاء الله بالسعی المقدور فی نشر نفحات النحلة و برکاتها بین ابناء الوطن
ومن الاخوان والخلان وغیرهم من رؤساء ادارات التعلیم الذین یعرفوننی
ولو بادنی معرفة واما اغنیاء هذه الصفحات من الملوك والامراء و الاکابر
فلیسوا فی شئ من ذوق العلوم ومطالعة الجرنالات وتفحص الاخبار وذلك السعی
الذی تعهدت به لا یکون منّی علی شرط عوضٍ من جنابکم بل یکون لمحض
اشاعة الخیر والبرکة بین الناس ولما یقتضیه الاخوة الانسانیّة من التعاون
والتعاضد هذا وان کنتم تمنّون بعد ذلك بارسال الجریدة فلا یسعنی الا ایتان
بغیر التشکر علی هذا الامتنان باللسان والجنان الا انه فی عزم هذا النحیف علی
تقدیر وصول النحله فیما بعد ان اُبلّغ فی کل شهرین او اکثر مرة واحدة بعض الحوادث
المهمة الواقعة بهذه الاقطار الی حضرتکم مثل هذه العربیة المستهجنة التی لا تکاد
تقع عند اهل اللسان موقعاً حسناً او باحدی اللغتین من الفارسیه و الهندیّه
ان لم یکن علی خلاف شرط النحلة ثم لی فی خصوص امر الجریدة کلامٌ آخر لابد ان
ابوح به فی حضرتکم وهو انّ ترجمتها بالانکلزیّة ان کانت مطابقة بکل لفظ لفظ
من العربیة بحیث لا یبقی لغة من اللغات المؤلدة او المعربة مجهولة غیر مفسّرة
لکان اقرب الی فهم اهل الهند واوقع فی قلوبهم فان اللغات المتداولة بین ایدیهم

من الصراح والقاموس وغیرهما لیست بکافلة لجمیع ما فی العربیة الحالیة من الالفاظ القدیمة والحدیثة وطیّ هذه الصحیفة رقیمة اخریٰ بالانکلیزیة ارجو ان یکون النظر فیها منتجاً لبعض النتائج الحسنه والسلام خیر ختام۔

صورة ما قرظت علی المنظومات الضیائیة التی اکثرها بالعربیة ومنها بالفارسیة والهندیة

الحمد لله الذی حبّب الیّ کلام الخطباء والشعراء فی قلبی حلاوة النظم وذوق الانشاء فلا ارغب الا فیه ومن یرغب عنه الا السفیه فسبحان من انعم علیّ بالنعم التی لا تحصیٰ ثم اختصنی منها بتلك الموهبة الکبریٰ ومن ههنا فلیعلم انی لا استطیع السکوت عن مدح ما یقع عندی موقعاً حسناً من نظم بهیّ او نثر شهیّ او بیان رائق او کلام فائق واما ان اتکلف فی مدح او اعتسف فی قدح او ابالغ فی الازدراء او اجنح الی الاطراء فلا یتأتی منی ابداً ولا افعله سهواً او عمداً ولذلك ارجو من الله المستعان ان اکون فیما اصف مشهوداً لی بالصدق والصواب حتی لا یرونی الا الناطق بالحق من غیر شك ولا ارتیاب

وبعد فلما وصلت من دلی الی لاهور مستعیناً بالله من الحور بعد الکور وقد کنت اذ لا اعرف احداً ولا یعرفنی احد من اهل ذلك البلد اوصلنی قائد التوفیق الی خیر منزل لخیر منزل من السادة الکرام والشیوخ العظام صدر المحاضر والنوادی سیدی ومستندی خواجه ضیاء الدین الجهان آبادی

یعنی سید خواجہ ضیاء الدین مرحوم دہلوی کی نظمیں تینوں زبانوں میں ۱۲ حالی

لا نزال مصوناً عن کل داهیة وفاقرة وما فاته حسنة من حسنات الدنیا و
الآخرة فکنت نزیلاً عنده الی ثلثة اشهر او اکثر فکان ما دمت فی بیته یعمل لی
کل صنیعة ویصنع الیّ کل معروفٍ ویؤثرنی ویؤاسینی ویکرمنی ویدارینی
وله عندی غیر ذلک من الصنائع ما لا یسعه البیان ومن الایادی ما لا یوصف باللسان
وهذا الذی ذکرت من حسن الاضافة والقری فلیس فی عدادٍ من فضائله التی
لا تحصی منها ان له یداً فی النظم طولی وقسطاً من النثر اوفی فی السنةٍ مختلفة
ولغاتٍ شتی فتارةً یسجع سجع الخطباء من العرب العرباء واخری ینشد نشید
الفرس من مفلقی الشعراء وسحرة البلغاء واما الاردو فمثله کمثل دابةٍ هو
آخذٌ بناصیتها تتصرف حیث شاء ومما یشهد لی بصدق ما ادعیت له هو هذه
الصحیفة المنیفة التی فیها انموذج کلٍ من تلک الالسن الثلثة فی بیانٍ رشیقٍ
ولفظٍ انیقٍ لهذا المصقع الطلیق والمنطیق الذلیق فیا لها من وجیزٍ جامعٍ بین
کلام العرب والعجم فیه النسیب وفیه الوعظ والحکم یرغب الیه لطلاوة لفظه
ویتنافس فیه لحلاوة نظمه کانها روضةٌ تعجب الانظار بنضرتها او جنةٌ تشخص
الیها الابصار لبهجتها او دوحةٌ مثمرةٌ او سحابةٌ ممطرةٌ او حدیقةٌ دهماءُ
او عشیقةٌ حسناءُ او عینٌ من ماءٍ معینٍ او منظر الحور عینٍ وله سوی ذلک
من المصنفات ما فیه قرة اعینٍ لکل ناظرٍ وغنیةٌ لکل بادٍ وحاضرٍ فلا زال
مفیضاً علی المستفیضین وملاذاً للطالبین وآخر دعوانا ان الحمد لله رب
العلمین ۵

خطبۃ یوم الجمعۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الخلق فسوّاہ واصطفی الانسان علی الاکوان فاکرمہ واحسن مثواہ ونصرہ وکفاہ وامرہ ونہاہ فمنہم من اناب الیہ و اعتصم بہ ولم یعبد الا ایاہ ومنہم من اقتفی اثر النفس واخلد الیہا و اتخذ الٰہہ ہواہ والصلوٰۃ والسلام علی النبی المنیب الاوّاہ المتبتل الی اللہ عما سواہ الذی وجدہ یتیماً فاواہ وعائلاً فاغناہ ومن کل شیءٍ اعطاہ واجتباہ وھداہ وعلی من اتبع ھدیہ وقفاہ واعلی کلمۃ الحق وحماہ واتقی اللہ حق تقاتہ وملک نفسہ وھواہ ولعل فیا ایھا الانسان اغرّک بربک الکریم وما حملک علی التاثیم وما ولّاک عن النھج القویم وما الھاک عن النعیم المقیم حیوتک الدنیا فانیۃ وانت ترجو انھا باقیۃ ومتاعھا شیءٌ یسیر ولست تعلم انہ فیہ خیرٌ کثیر قد استھلکت فی الشھوات ونسیت ھادم اللذات وتناھیت فی الملاھی وما انتھیت عن المناھی کم امرت بمعروف فعصیت وکم دعیت الی الخیر فتولیت جمعت من الدرھم والدینار الافاً واضعافاً ورایت فی نفقۃ لوجہ اللہ اسرافاً واتلافاً منتھی قصدک تجسس عیوب الاخوان وجلّ صناعتک ھتک استار الجیران ساء ظنک بالخیار وحسن لدیک مقام الاشرار یتبع وعدک الاخلاف ویعقب صلحک الخلاف طال قیامک

فِی طَلَبِ الْمَالِ وَاَنْتَ تَارِکُہٗ بَعْدَ حِیْنٍ وَلَا تَزَالُ تَعُوْدُ عَنِ الْاَعْمَالِ حَتّٰی اَتَاکَ
الْیَقِیْنُ فَوَیْلَکَ قَدْ طَلَبْتَ مَتْرُوْکًا وَتَرَکْتَ مَطْلُوْبًا وَاقْتَضَیْتَ خُوْبًا وَمَا
قَضَیْتَ مَکْتُوْبًا وَشَرَیْتَ بِالْحَقِیْرِ جَزِیْلًا وَبِالرَّخِیْصِ جَلِیْلًا وَحَمَلْتَ خَفِیْفًا
وَنَبَذْتَ ثَقِیْلًا وَاَخَذْتَ مِنَ الصَّفْوِ کَدَرًا وَاخْتَرْتَ عَلَی الْخَیْرِ شَرًّا وَ
اسْتَبْدَلْتَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ اَعْلٰی وَاشْتَغَلْتَ عَنِ الْاٰخِرَةِ بِالْاُوْلٰی
اَللّٰہَ اَللّٰہَ اِلَامَ تَمَهُّلُکَ فِی الْخَیْرَاتِ وَتَمَایُلُکَ عَنِ الْحَسَنَاتِ وَاِقْبَالُکَ عَلَی
الْمُهْلِکَاتِ وَمُسَابَقَتُکَ بِالسَّیِّئَاتِ طَلِّقِ الدُّنْیَا ثَلَاثًا وَفَارِقْ اَهْلَهَا وَ
اتْرُکْ عَلٰی غَارِبِهَا حَبْلَهَا وَتُبْ اِلَی اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتَ وَاَدْرِکِ الْفَرَاغَ قَبْلَ
اَنْ یَفُوْتَ وَاسْتَغْنِ بِوُجْدِکَ قَبْلَ عَدَمِکَ وَاغْتَنِمْ شَبَابَکَ قَبْلَ هَرَمِکَ
وَالْزَمْ بِالْعَمَلِ فَکَمْ مِنْ عَمَلٍ یَسِیْرٍ خَیْرٌ مِنْ عِلْمٍ غَزِیْرٍ وَوَاظِبْ عَلَی النَّدَامَةِ
فَنَدَمٌ مِنْکَ سَاعَةً خَیْرٌ مِنْ کَثِیْرِ طَاعَةٍ تَصَدَّقْ مِنْ غَیْرِ مَنٍّ وَاَذًی وَ
اَنْفِقْ مِمَّا تُحِبُّ وَتَرْضٰی اِنْ جِئْتَ بِحَسَنَةٍ فَاسْتَقِمْ وَلَا تَغْتَرِرْ فَبِالْاِسْتِقَامَةِ
عِبْرَةٌ لِعَمَلِ الْعَامِلِیْنَ وَاِنَّمَا الْاِغْتِرَارُ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاِنِ اقْتَرَفْتَ
سَیِّئَةً فَاعْتَرِفْ وَلَا تَیْاَسْ فَاِنَّ الْاِعْتِرَافَ یَهْدِمُ مَا یَقْتَرِفُوْنَ وَلَا یَیْاَسُ
مِنْ رَوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُوْنَ اِنْ بُلِیْتَ فَاصْطَبِرْ فَاِنَّ الصَّبْرَ اٰسِیْ تَتْلُوْهُ
الْفَرَجُ وَدُجًی تُؤْذِنُ بِالْبَلَجِ وَثِقْلٌ یُخَفِّفُ الْاَثْقَالَ وَدَاءٌ یُذْهِبُ لِعُضَالٍ
وَاِنْ اُعْطِیْتَ فَتَشَکَّرْ فَاِنَّ الشُّکْرَ سَبَبٌ لِمَزِیْدِ الْاِنْعَامِ وَبَعْثٌ لِلْمُنْعِمِ عَلَی الْاِکْرَامِ
وَجَالِبٌ لِلْاَرْزَاقِ وَذَاهِبٌ بِالْاِمْلَاقِ وَاضْرِبْ فِی الْاَرْضِ لِطَلَبِ الْعِلْمِ
غَیْرَ بَاعِدٍ وَجَاهِدْ فَجَاهِدْ وَبَاعِدْ ثُمَّ بَاعِدْ وَاجْهَدْ جُهْدَکَ فِیْ اَخْذِهٖ

مِنْ کُلِّ قَارِبٍ وَبَاعِدٍ وَتَمَتَّعْ بِمَا فِیْهِ مِنَ الْاَبَاعِدِ فَاِنَّهٗ اَوْجَبُ لِلْحَامِدِ
وَاَصْلَحُ لِلْمَفَاسِدِ وَاَوْصَلُ اِلَى الْمَقَاصِدِ وَلِذَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَسَلَّمَ فَقِیْهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ وَاِذَا سَمِعْتَ هٰذَا
فَاِیَّاکَ وَالْاِضَاعَةَ وَعَلَیْکَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَاِنَّ الْفَتٰى مَنْ عَلِمَ فَعَمِلَ
وَسَمِعَ فَقَبِلَ وَذُکِّرَ فَاعْتَبَرَ وَاُمِرَ فَائْتَمَرَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰى اِنَّ فِیْ
ذٰلِکَ لَذِکْرٰى لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ وَسُبْحَانَ رَبِّکَ
رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۵

گلستان سعدیؒ کی حکایت کا ترجمہ

حُکِیَ اَنَّ بَعْضَ صُلَحَاءِ لُبْنَانَ مِمَّنِ اشْتَهَرَتْ مَقَامَاتُهُمْ وَانْتَشَرَتْ کَرَامَاتُهُمْ جَاءَ اِلٰى دمشق فنزل بماء الکلاسة یرید ان یتطهر اِذْ زَلَّ قدمه فوقع فی الحوض ثم خرج بعد ما ادرکه الغرق وقام الی الصلوٰة وصلّی بهم فلما فرغ قال له بعض اصحابه مالک یا شیخ انی رأیتک یوما فی بحر المغرب کنت تمشی علی الماء وما ابتل منک قدم واما الیوم فقد اشرفت علی الهلاک فی قلیل من الماء ولولا رمق من الحیوة لغرقت فشتان بین هذا وذاک فاطرق رأسه واکثر فی التأمل ثم قال اما سمعت ما قال النبیّ صلی الله علیه وسلم لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبیّ مرسل ولم یقل وقت مستمر وکان علیه الصلوٰة والسلام تارة یشتغل بالنساء والرجال واخرٰی لا یلتفت الی جبریل ومیکائیل ومن ههنا قیل مشاهدة الابرار بین التجلّی والاستتار۔

دوسری حکایت

بینما انا جالس فی ذات یوم بجامع بعلبک اذ شرعت فی الوعظ والتذکیر وحولی جمع کثیر ممن لا یکادون یفقھون حدیثا ولا یھتدون سبیلا وکلما ازددت فی البیان تدقیقا وتحقیقا ازدادوا حیرة وضلوا طریقا فلما رایت لا یخلبھم سحر کلماتی ولا تسری فی قلوبھم نفثاتی اخذنی اخذة اسف لھفت کل اللھف علی اضاعة الکلم واشاعة الحکم فی قوم صم بکم ۔

بنام بعضے از اہلِ علم کہ در بیروت مقیم بودند و نام ایشان فراموش شدہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوة والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ وبعد فانی قد سمعت ان المعلم الشھیر فاندیک الامریکانی النزیل ببیروت رتب سلسلة من الکتب فی العلوم الجدیدة وسماھا النقش فی الحجر وانی ارید شراء جملة الکتب التی تضمنھا ھذہ السلسلة من اولھا الی اخرھا وایضا قد سمعت من بعض ثقات الھند الذین قد لاقوکم فی البیروت ان تلک السلسلة یمکن وصولھا الینا بتوسط جنابکم فاسالکم یا مولانا انا بای طریق نطلبھا وکیف نؤدی ثمنھا وھل یمکن ارسالھا الی الھند بالطریقة التی جرت فی سائر الممالک الانکلیزیة وھی ان اھالی البوسطة یبلغون الاشیاء الی المکتوب الیھم بعد اخذ الثمن ویدفعون الثمن الی المالک ویسمون ھذہ الطریقة بالانکلیزیة ویلیو پے ایبل وترجمتہ بالعربیة (ما یجب اداء ثمنہ) فعند ما یصل الینا الجواب من عند حضرتکم الجلیلة نطلب تلک السلسلة الجلیلة بالطریقة التی تصفونھا لنا والسلام خیر ختام ۔

جُملۃٌ صالحۃٌ

فی مآثر ناصح الملّة وموقظهم عن نوم الغفلة الذابّ عنهم فی کل فتنة و الناصر لهم عند کل ملمّة الذی جعل همته مقصورة علی اصلاحهم ورأی لذة حیاته فی نجاحهم و فلاحهم یهیم لهم فی کل وادٍ کصبٍّ هائم ولایخاف فیهم لومة لائم اعنی الدکتور سر سید احمد ابن السید متقی ابن السید هادی الحسینی نسبًا والمدنی ثم الهروی محتدًا والدهلوی مولدًا شعر

طلوعُ الثنایا بالمطایا وسابقٌ ... الی غایةٍ مَن یَبتدِرْها یُقدَّمِ

فاعلم ایها المخاطب الجلیل أنّ هذا الشیخ الاجل الامجد الهمام والسید الصند بل السمیدع القمقام هو اوّل من تصدّی لاصلاح حال مسلمی الهند فی اواخر المائة الثالثة من الالف الثانی وافنی عمره کما انفق ماله فی نصحهم والرأفة بهم والشفقة علیهم والمجاهدة فیهم واول من ذبّ عن الاسلام وسافر لاجل ذلک الی اوربا ونشر هنالک محاسن الاسلام بین المسیحیین وطهر ذیله عمّا افتروا علیه ونسبوا الیه من المثالب والمساوی (تعالی عن ذلک علوًّا کبیرًا) واثبت فضله علی ادیانٍ اُخری بدلائل بیّنةٍ وبراهین منقنة

ؔ تقریبًا ۲۵ - ۲۶ برس گزرے ہوں گے کہ لندن سے ایک ماہوار عربی رسالہ موسوم بہ "نخلۂ اوربیہ" جاری ہوا تھا۔ جس کے چند پرچے مہتمم رسالۂ مذکور نے میرے نام بھی بھیجے تھے۔ اور میں نے بجائے قیمت ادا کرنے کے اسکی قلمی اعانت کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ ایک آرٹیکل مرحوم سرسید احمد خاں کے حالات اور انکی ملکی و قومی خدمات پر اپنی ٹوٹی پھوٹی عربی میں لکھکر لندن بھیجنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اسکے بھیجنے سے پہلے معلوم ہوا کہ وہ رسالہ کسی وجہ سے بند ہوگیا اور وہ آرٹیکل راقم کے پاس مسودات میں یوں ہی پڑا رہا۔ اب جو اس ضمیمہ میں شامل کرنے کے لیے اسکو ڈھونڈا تو بہت ہی کم اوراق دستیاب ہوئے۔ چونکہ موجودہ حالت میں مضمون مذکور کو از سر نو مرتب کرنا راقم کی طاقت سے باہر تھا۔ اس لیے جسقدر اوراق بہم پہنچے انھیں کو بقدر امکان کسیقدر ترتیب دیکر اس ضمیمہ میں شامل کیا گیا ۱۲ حالی

سلك فيها طريق استدلالهم ونسج على منوالهم وهو اول من ادّعى ان دينًا من الاديان لم يفك رقاب الجوارى والغلمان عن ذل العبودية الا الاسلام واستدل على دعواه بآيات بيّناتٍ من كلام العزيز الملك العلام واحاديث متصلة مرفوعة صحّت عن النبى خير الانام وهو اول من عزم على التوفيق بين ما جاء به القرآن وبين ما شهدت به الحكمة الجديدة وعلى رفع ما يتبادر الى الاذهان من الاختلاف بينهما كما فعل علمائنا المتكلمون فى صدر الاسلام لمّا شاعت الحكمة اليونانية بين المسلمين وخافوا عليهم ان يقعوا فى شبهات الملاحدة والزنادقة +

ولنذكر هٰهنا شيئًا يسيرًا من مساعيه الجميلة التى كانت مستمرة مسلسلة فى نصرة الاسلام والمسلمين من ۱۸۵۷ء الى زمان رحلته التى وقعت فى اوائل ۱۸۹۸ء ميلادية +

منها انه لمّا اضطرمت نار البغى والعدوان فى اقطار الهند من قبل العساكر الهندية ۱۸۵۷ء ميلادية وكان مسلموا الهند اذ ذاك مظنّة لخلاف الدولة الانكليزية لِمَا كانوا قبل استيلاء تلك الدولة فى نوع من العزّ والمكنة والسلطان فى ممالك الهند۔ بادر الشيخ الى تاليف كتاب فى بيان اسباب البغى التى كان مرجع اكثرها الى غفلة اركان الدولة وسوء تدابيرهم فى الامور السياسية وكان الزمان زمان الاخذ والبطش والانتقام بحيث يفرّ المرء من اخيه و امّه وابيه وصاحبته وبنيه ويؤسرون ويسجنون ويقتلون ويصلبون فلم يسكت هناك من كلمة الحق والقى بنفسه الى التهلكة ليزيل كل شبهة

تختلج فی صدور اعیان الدولة من قبل المسلمین ویُبری ساحتهم من کل سوءٍ ویُطهر ذیلهم عن کل رجسٍ +

ومنها انه الف بعد ذلک کتاباً اٰخر علی خلاف ما شاع واشتهر بین الملة الانکلیزیة من رأیِ بعض مُدبّری الملک ومشیری الدولة[1] منهم فی الهند انّ جماعة المحدّثین من مسلمی الهند الموسومین بالوهابیة الذین لا یجوّزون بوجوب تقلید احدٍ من الائمة المجتهدین لیسوا من اطاعة الدولة فی شیءٍ ویرون انّ الجهاد مع النصاریٰ ولاة الهند واجب علی المسلمین ۔ فلما اشتهر ذلک الکتاب مُزیّفاً للرأی المذکور بین الهند والانکلترہ ونظر فیه رجال الدولة واعیان الملة ووازنوا بینه وبین ذلک الرّأیِ لم یبق لهم شبهةٌ فی قصور علم صاحب الرأی وقلّة تدبّره وضعف رأیه وانّه لم یتّبع فیه الا الظّن ولم یتمسّک الا بالقیاس ورفع بناءً من غیر اساسٍ ۔ واطلقوا خلقاً کثیرا من اولئک المحدثین واتباعهم کانوا مأسورین مسجونین ولم یکن لهم ذنب ولا اثمٌ الا تسمیة النّاس ایّاهم باسم الوهابیّة +

ومنها انه لمّا شاع کتاب السیرة المحمدیة الموسومة بلائف او محمد بالّلغة الانکلیزیة فی اربع مجلدات قد صنّفها احدٌ[2] من اکابر رجال الدولة وولاتها فی الهند بحیث لم یصنّف احدٌ من المسیحیین قبله کما زعموا امثال ذلک الکتاب علی مخالفة الاسلام ۔ وکان الشیخ حینئذٍ متقلداً لبعض اعمال الدولة تحت امر ذلک المصنف ۔ شمّر الشیخ عن ساق الجدّ واخذ یتفحّص عمّا یحتاج الیه من

---

[1] یعنی ڈاکٹر ہنٹر ۱۲ [2] یعنی سر ولیم میور ۱۲

الکتب والاسفار فی نصرة الاسلام والذبّ عن حوزتِه فلم یظفر منه فی الهند الا بقدرٍ یسیرٍ لا یسمن ولا یغنی من جوع - لما قد خربت خزائن الکتب الاسلامیة کلّها فی فتنة العساکر الهندیّة - فعزم علی الرحلة من الهند الی اوربا لاجل ذٰلک واخذ معه ولدیه کانا یعرفان اللغة الانکلیزیة وسار بهما الی انکلترة واقام نحو سنتین بلندره وصنّف هنالک کتابًا مبسوطًا سماه بالخطبات الاحمدیة فی الکشف عن حقیقة الاسلام لصیانته عن کل ما یفترون علیه ویطعنون فیه ویرمونه ۔

ثم ترجم هٰذا الکتاب بلسان اهل انکلترة وطبعه واشاع وداول بین القرٰی والامصار من البرطانیة الکبرٰی وفی اکثر الممالک من اوربا لیتم حجة الاسلام علی من کان ینکر علیه من دعاة المسیحیة حتی ان بعض اهل الانصاف من القسیسین المامورین علی دعوة اهل الهند الی دینهم اعترف ان احدا من المسلمین منذ بدء الاسلام الی الاٰن لم یکتب کتابًا جامعًا کاشفًا عن حقیقة الاسلام ومحاسنه قطّ فی لسان اهل المغرب کما کتب هٰذا الرجل کتابه الخطبات المحمدیة ولولاه لما تمّ علیهم حجة الاسلام ۔

ومنها انه لمّا صار مسلمو الهند مشرفین علی الموت الذی هو الذل والهوان بین ابناء الزمان، لما ترکوا مسالمة الدهر ومرافقته ولم یتّعظوا بوعظة وتذکیرٍ، وزعموا انّ تعلم اللغة الانکلیزیّة والتکلم بها والممارسة فیهما کفر، ولا یجوز للمسلمین ان یرضوا بتعلیم اولادهم فی المدارس الانکلیزیة فحرموا کثیرًا من اعمال الدولة ومناصبها التی کانت شرط تقلیدها معرفة

اللغة الانكليزية ، ولم يزالوا يتنزّلون عن معارج العزّ والجاه درجةً بعد درجةٍ حتى كادوا ان ينتهوا الى غاية ذُلّهم وهوانهم ، ويعودوا غرباء خاملين غامضين وهم فى اوطانهم حمله الرّقّة النوعيّة والاخوة الاسلاميّة على ان يُصلح امرهم ويجمع شملهم ويقوّم عوجهم ويسدّد افكارهم ويثقّف اراءهم ويدلّهم على ما يقتضيه الاحوال الحاضرة من تعلّم لسانِ وُلاةِ العهد واكتساب العلوم المفيدة والمعارف الجديدة ، وترك التقليد فى المصالح الدنيويّة والامور المعاشيّة والانسلاخ عن الرسوم القديمة التى رسخت فى قلوبهم كالاحكام الشرعيّة ، وغير ذلك من الامور التى لا يمكن ان يبقى امّةٌ من الامم العظيمة على عظمتها القديمة الاوان يُلزموها انفسهم ويتشبّثوا بها ويعضّوا عليها بالنواجذ ، ويجتهدوا فيها ،

فلا زال الشيخ مع كِبَرِ سنّه وعظم جُثّته وثقل جسمه يسير و يرتحل من بلدٍ الى بلدٍ ومن ناحيةٍ الى ناحيةٍ ، فيعظهم فى كل مجلس ويذكّرهم فى كل محضر ويلومهم ويعاتبهم ويرفقهم ويلاطفهم ، وكان يطالبهم ان يبذلوا اموالهم ويجهدوا انفسهم فى تهيئة اسباب التعليم وتيسيرها لاخلافهم واعقابهم وترويج العلوم الجديدة ومداولة اللغة الانكليزية بين المسلمين المتوطنين فى بلاد الهند الآمنين فى كنف الدولة البرطانية كما فعل سائر ابناء وطنهم من الهنود والمجوس وغيرهم ،

فلما انتهى الامر الى ذلك استطاع الشيخ عند ذلك سبيلاً الى تشكيل مدرسةٍ كُلّيّةٍ رفع بناءها فى بحبوحة الهند بحيث لم ير مثلها عين الزمان ولا سيّما فى

ممالك الهند ۔ وبنى حول المدرسة رباطًا متسعًا فى غاية الحسن والملاحة محتويًا على بيوت متجاورة متناسبة البناء متساوية المقدار صالحة لان يسكنها الكبراء واهل الثراء ۔ واشترط على المتعلمين (سواء كانوا من بلاد قريبة او بعيدة) ان يقيموا بتلك البيوت ويلتزموها ماداموا مشتغلين باخذ العلم لئلا يخالطوا قرناء السوء ويكونوا من معاشرة الاضداد بمعزل وتحصل المواخاة بينهم بطول الصحبة ويصلح افكارهم بدوام المذاكرة وجمع فيها بين التعليمين دينيّ ودنيويّ ۔ ليتمكنوا من اصلاح امر معادهم ومعاشهم ويستغنوا عن مدارس الدولة التى خلت عن تعليم علوم الدين رأسًا ۔ وطلب لنظم المدرسة ولتعليم العلوم فيها وتربية المتعلمين المقيمين بها البارعين فى انواع العلوم من نجباء انكلترة المتحلين بالاخلاق الفاضلة والسير المرضية ۔ واحضر ايضًا العلماء الاعلام من افاضل المسلمين لتعليم علوم الدين ۔ وهيّأ لطلبة العلم كلّ ما يحتاجون اليه من المسجد والحمام والمطبخ والمستراح والمستشفى ۔ و الآبار والاشجار والرياض والانهار والآلات المتنوعة لانواع الرياضات الجسمانية ۔ والاماكن المنتظفة للمذاكرات العلمية ۔ وغير ذلك مما لا يسعه للبيان +

ولاشك ان هذا المدرس اوّل مدرسة فى الدنيا تشكّلت لتعليم المسلمين بمحض التعاون والتعاضد من ابناء الملة وتكفلت لتعليمهم وتربيتهم وتهذيب اخلاقهم وحفظ صحتهم وتنظيف لباسهم وتحسين كلامهم و ان يرشد هم الى معنى التمدّن وحسن المعاشرة ويدلّهم على ان القوم ما هو

والوحدة القومية ما هي ويحيى فيهم الاخوة الاسلامية التى قد ماتت بموت القدماء من اهل الملة البيضاء ويغرس فى قلوبهم منها شجرةً طيبةً اصلها ثابتٌ وفرعها فى السماء ويؤلف بين اشتات الفرق الاسلامية التى يتباغضون بينهم ويتنافرون ويتنازعون ويتخاصمون يعرض بعضهم عن بعض ويسبّ بعضهم بعضاً ثم لتوكيد هذا المقصد رأى ان يُدِل بينهم جرنالُ مهذّبٌ للاخلاق والعادات محرّضٌ على المكارم والمعالى مزهّدٌ فى بعض العلوم القديمة التى لا طائل تحتها، كاشفٌ عن المعارف الجديدة مرغّبٌ فيها مشعرٌ بان الاسلام باصوله وفروعه لا ينافى اصول التمدّن وفروعه ولا يمنع عن اتباع الملل المتمدنة فى العلوم والصناعات وسائر الحيل التى بلغوا بها غاية العز والمنعة والجاه وسبقوا كلّ امّةٍ من اصناف الامم الى اقصى مراتب الحكمة والدولة والسلطان- وسمّى هذا الجرنال بتهذيب الاخلاق،

فلا زال يَصْدُر فى كل شهرٍ مرّةً او مرّتين الى نحو عشر سنة وكان من احسن الجرائد وضعاً وترتيباً وابلغها نظماً وبياناً واجزلها قدراً ومكاناً فى لسان اهل الهند +

لم يسبقه جريدةٌ ولا جرنالٌ فى هذا الشان - فانتفع به المسلمون فى هذه الاقطار فوق ما يُرجى ويتوقّع ان ينتفعون، حتى ان صلحت افكارهم و تحولت اراءهم وتزلزل بنيانُ العصبيّةِ التى كانت تحول بينهم وبين الحق المبين- غير ان المتقشفين من علماءهم والمقلدين من سفهاءهم والمتعصبين الخائضين فى بحر لجّيٍ يغشاه موجٌ من فوقه موجٌ من فوقه سحاب لم يتلقّوه

بالقبول بل انکروا علیہ وکفّروا من تصدّی لادارتہ ومن کان من اعوانہ وانصارہ ولکن لم یقدروا ان یمنعوا غیرھم من اصحاب الرأی و اھل النھی عن موافقۃ الشیخ ومظاھرتہ فیما یرجع الی صلاح حالھم وما لھم فبذلوا اموالھم لبناء المدرسۃ فوق ما یستطیعون۔

ومنھا انہ بعد تاسیس بنیان المدرسۃ الکلیۃ لتعلیم المسلمین وتشئید مبانیھا عقد[1] مجلسًا عمومیًا باحثًا عن امر تعلیم المسلمین المتوطنین فی کل ناحیۃ من نواحی الھند وانہ کیف یمکن وصولھم الی الکمالات المطلوبۃ التی اقتضتھا ضرورۃ الوقت ومع ذلک کیف یمکن لھم المحافظۃ علی بقایا السّلف الصالح من علومھم القدیمۃ ولا سیما العلوم الدینیۃ التی تکاد تندرس رسومھا وتمحو اثارھا من بلاد الھند وما السبیل الی بقاء اللغتین الحاملتین لدینھم وعلمھم وحکمتھم وادبھم وتاریخھم وسیرھم فی اخلافھم واعقابھم اعنی العربیۃ والفارسیۃ اللتین قد جاء بھما المسلمون الاولون من فاتحی الھند واعوانھم وانصارھم وکانت کل واحدۃ منھما منذ قدم المسلمین فی ھذہ الاقطار متداولۃ بینھم فکل ما کان من تعلیمھم وتعلمھم ومکاتبتھم ومراسلتھم وتصنیفھم وتالیفھم وانشائھم وانشادھم ونظمھم ونثرھم انما کان بأحدی ھذین اللسانین وکانوا یکرمون العربیۃ ویحبونھا ویتبرکون بھا کما کانوا مستانسین بالفارسیۃ راغبین فیھا مقبلین علیھا۔ والآن کلاھما مشرفان علی الزوال قد انمحتا عن مدارس الدولۃ ومکاتبھا رأسًا ولم یبق فی بیوت المسلمین

---

[1] یعنی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس ۱۲

منها الارمق - ومنها الحيلة فى تعليم نساء المسلمين من وراء الستر وهن مقصورات فى البيوت مستورات عن المعلمين والنسوة اللاتى يصلحن لتعليم النساء فلا يوجد منهن فى ارض الهند الا ما شاء الله - والمدارس التى تشكلت لتعليم نساء اهل الهند من تلقاء الدولة او من قبل دعاة المسيحيين فلا يأمنها احد من اشراف المسلمين - وايضاً رأى الشيخ ان ينعقد ذلك المجلس على راس كل سنة فى بلد من بلاد الهند ويأتيه المسلمون حينئذ مبعوثين من كل ناحية ويعرض من يشاء من اعضاء المجلس ما بدا له من رأى او فكر او حيلة او تدبير فى امر التعليم او فى كل ما يتعلق بصلاح الملة على من شهد منهم فى ذلك المجلس فمن شاء وافقه ومن شاء لم يوافق فان توافقت كلمتهم فى امر او غلبت آراء الموافقين عزموا على امضائه وصمموا فيه والا فلهم يأخذوا به وتركوه كان لم يكن شيئاً مذكوراً واول فائدة يستفيدونها من ذلك المجلس انه يتسع به دائرة الاتحاد بين المسلمين يوماً فيوماً - فانهم يأتون فى كل سنة مرة من اماكن بعيدة وبلاد قاصية لامر جامع فيه صلاح الملة فيجتمعون بعد ما كانوا متفرقين ويتعارفون بعد ما كانوا متناكرين ويقيمون فى مقام واحد الى نحو خمسة ايام او اكثر ليتمكنوا من دوام المصاحبة والمحادثة ويتفقوا فى الاكل والشرب ويتساءلون ويتشاورون ويتحدثون ويتفاكهون ثم ما عدا تلك الفوائد يخطب الخطباء من افاضل الناس يفيدون فى خطباتهم ما يناسب ذلك المشهد من افادات جليلة يهتز بها القلوب ويتحرك بها النفوس الى معارج الكمال المطلوب ؀

ومنها ان طائفة عظيمة من طوائف الهنود الذين سبقوا سائر ابناء الوطن فيما يقتضيه الاحوال الحاضرة من العلوم الجديدة والصناعة والسياسة والتمدن وفاقوا جميع الاقران والامثال فى معرفة اللغة الانكليزية وتقلدوا الاعمال الجليلة والمناصب الرفيعة من قبل الدولة بحيث لم يتركوا لاحد من اهل الوطن موضعًا للتقرب الى دولة العهد وحصول العزة والمكنة عند اركانها۔ شكلوا مجلسًا عموميًا سموه **بنيشنل كانگريس** ليطالبوا دولة العهد ما وعدت من انها لا تفرق بين احد من اهل الهند واهل انكلترة بشرط استحقاقهم فى سائر الحقوق والمرافق ولا يرجح بعضهم على بعض فى تقليد الاعمال الجليلة والمشاركة فى وضع القوانين السياسية و غير ذلك واردت تلك الطائفة ان يشاركوا معهم فى تلك المطالبات جميع اهل الهند ليضطر الدولة الى استماع ما يقولون واجابة ما يسألون فلما مضى على تشكل ذلك المجلس سنتان وجعلت طوائف اهل الهند يستحسنونه ويميلون اليه ويرغبون فيه قليلاً قليلاً ويأتيه الناس مبعوثين حين ينعقد المجلس من كل ناحية حتى ان كثيرًا من المسلمين ايضًا عزموا على مشاركتهم فى هذا المجلس، تفطن الشيخ بانه ان ظفرت تلك الطائفة بمرادهم لن ينال المسلمين منهم الا شر۔ فان الحقوق التى يدعون لسائر ابناء الوطن لا يمكن ان يحصل لقوم الا وان يكونوا اغنياء اعزة عند اركان الدولة عارفين باللغة الانكليزية والعلوم الجديدة معرفة تامة مطلعين على القوانين السياسية خبيرين باصول الدول المتمدنة اللوروباوية ولا شك ان المسلمين

لیسوا من تلك المزایا فی شئ یعتدُّ بہ فلا بد ان یستوعب الهنود جمیع تلك الحقوق ویشارکوا فی الحکومة والقدرة والاختیار ولم یبق للمسلمین خلاق فی العزة والمکنة والجاه ویصیروا اذاً صاغرین خاضعین للهنود اکثر مما کانت الهنود لهم فی سالف الزمان ویتهز الهنود فرصةً لان یبدوا ما فی انفسهم من الضغینة والبغضاء القدیمة التی قد بدت من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر۔ فابتدر الشیخ عند ذلك الی تشکیل مجلس اٰخر علی رغم مجلسهم لتنبیه المسلمین علی ان تلك المطالبة انما هی نافعة للهنود خاصَّةً لا للمسلمین ولرفع القضیة الی ارکان الدولة واعلامهم بانّا معشر المسلمین کافّة لا نشارکهم فیما یدعون وفیما یطالبون وانّا برآءٌ منهم ومما یقولون۔ فانتهی الامر الی ان جزمت الدولة بانّ فی اسعاف ما یقترحون تامیرٌ لقومٍ خاصٍّ علی سائر الاقوام من اهل الهند۔ وانتبه المسلمون بعد ما کانوا غافلین عن تبعات تلك المطالبة وعواقبها فاعتزلوا عنهم وتبرأوا عن مشارکتهم ولم یحم حولها بعد ذلك من المسلمین الا نفرٌ قلیلٌ لیسوا فی اعداد شئٍ منهم ❊

ومنها انه لما کان ممارسةُ العلوم الجدیدة فی الاکثر مُنتجًا للوهن فی امر الدین ومظنةً للالحاد والتدهر لما یُریٰ ویُسمع من احوال رجال العلم فی اوربا وکان الشیخ اوّل من حرّض مسلمی الهند علی تحصیلها ورغّبهم فیها فخاف علیهم ان یجتنوا منه ما اجتنت الملل المسیحیة فی اوربا ویتضرروا بالعلم فوق ما کانوا یتضررون بالجهل ❊

وکان قلبه مطمئنًا علی ان الاسلام الخالص عن الشوائب الصافی عن الاکدار

لا یناقضہ شیٔ من العلوم الیقینیّۃ وانما یناقض ما اشتبہ بالاسلام ولیس من الاسلام فی شیٔ، من آراء العلماء وقیاسات الفقہاء وخرافات القدماء من الفلاسفۃ والحکماء والبدع والاھواء والاخبار الواھیۃ المنقولۃ من کتب الیھود والسنن الزائغۃ الماخوذۃ من المجوس والھنود وغیر ذلک مما اخذ بحذافیر الاسلام وصار منہ بمنزلۃ الاخلاط من المزاج۔

وکانت الفحول من علماء الاسلام فی الھند کافّۃً غافلین عما یقتضیہ ضرورۃُ الوقت فکما کانوا ینھون عن تعلمِ اللغۃ الانکلیزیۃ وتحصیل العلوم الجدیدۃ کذلک کانوا یتناھون عن نصرۃ الاسلام بوجہٍ یناسبُ اذواقَ المعترضین وینطبق علی اصولٍ مسلّمۃٍ عند حکماء العصر وکانوا لا یجوّزون ان یسلکوا فی المدافعۃ عن دینھم طریقًا لم یسلکھا الاولون بل کانوا لا یعرفون کیف السبیل الی الذبّ عن حوزۃ الاسلام فی ھذا الزمان، واین المفرّ من حملات الحکمۃ الجدیدۃ علی الملل والادیان وفیمَ الخلاص من شبھات الطبیعیین القائلین بامتناع الخرق فی القوانین الطبیعیّۃ۔

فلما استیأس الشیخ من علماء الملۃ ان یتعھدوا امر الدین ویحافظوا علیہ ویدافعوا عنہ تصدّٰی بنفسہ المنفردۃ لھذا الخطب الجسیم وشرع فی تفسیر القراٰن الکریم علی اصلٍ متقنٍ ینطبق علی الحکمتین القدیمۃ والجدیدۃ ومع ذلک یشھد بہ العقل ولا یستنکرہ الشرع۔ وھو انّ فعل اللّٰہِ وقولہ تبارک وتعالٰی لابد ان یکونا متوافقین متلازمَین بحیث لا یتخلف احدھما عن الآخر لئلا یلزم نسبۃُ الکذب الی حضرتہٖ تعالٰی عن ذلک علواً کبیرًا) ولا شک ان ما کان وسیکون فی عالمی الخلق والامر انما ھو من فعلہ تعالٰی فلا یمکن ان یوجد فی کلامہ المبین شیٔ یخالف ما فی عالم الخلق او فی

عالم الامر من الاسماء والصفات والافعال والآثار والقوی والکیفیات والحوادث والوقائع

ولما کان اصل اصول الاسلام هو القرآن الکریم الذی وصل الینا کما انزله الله علی رسوله من غیر تحریفٍ ولا تصحیف ولا زیادةٍ ولا نقصانٍ ولم یکن الاحادیث والاخبار بهذه المثابة وکان فی کتاب الله غنیة لنا عن کل ما عداه کما قال عمر بن الخطاب رض "حسبنا کتاب الله" اقتصر الشیخ علی تفسیر القرآن ورأی ان فی المدافعة عن القرآن دفاع عن الدین کله ولنذکر هٰهنا انموذجاً من تفسیره الذی حمل فیه بعض الفاظ القرآن الحکیم علی معانٍ مجازیةٍ لم یحملها عامة علماء الاسلام علی تلک المعانی قبل الشیخ۔ قال الشیخ فی تفسیر الآیات التی وقعت فی اوائل سورة البقرة فی بیان نعماء الجنة۔ اما حقیقة الجنة التی علمنا ربنا فهی کما قال عز اسمه فی سورة السجدة "فلا تعلم نفسٌ ما اخفی لهم من قرة اعینٍ جزاءً بما کانوا یعملون"۔ واما حقیقتها التی اخبر بها المخبر الصادق علیه الصلوٰة والسلام فهی کما اخرج الشیخان عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "قال الله تعالی اعددتُ لعبادی الصالحین ما لا عینٌ رأت ولا اذنٌ سمعت ولا خطر علی قلب بشرٍ"۔ فلا یخفی انه لو کان حقیقتها علی ما زعموا هی الریاض والانهار والفواکه والثمار والجواری والغلمان وقصور من لؤلؤٍ وذهبٍ وفضةٍ وانهار من لبن وخمرٍ وعسلٍ لکان مخالفاً لما نطق به القرآن وما صح عن النبی فان جمیع تلک الاشیاء مما تراه العیون وتسمعه الاذان ویخطر علی قلب بشرٍ۔ ولا یقال ان ما فی الجنة من الریاض والانهار وغیرها فهی اعلی واشرف من امثالها فی هذه الدنیا غایة العلو والشرف فلا یلزم ان تری بالعیون وتسمع بالاذان کما تری وتسمع امثالها فی هذه الحیوة الدنیا۔ لانها ان لم تکن تری وتسمع فما منعها ان تخطر

علی قلب بشرٍ۔ فان تلک النعماء التی امثالها موجودۃٌ فی ھذہ الحیوۃ الدنیا۔ وان کانت اعلیٰ واشرف من امثالها الخسیسۃ الدنیویۃ غایۃ العلو والشرف فلا بد ان یکون بینها وبین امثالها نوعٌ من المماثلۃ والمشارکۃ والا فلا وجہ لتسمیتها بھذہ الاسماء فان سلمنا انها لا تُرٰی بالعیون ولا تسمع بالاذان فلا نسلم انها لا تخطر علی قلب بشرٍ ایضًا۔ وقد علمت ان حقیقۃ "الجنّۃ" من شانها ان لا یخطر علی قلب بشر۔ فَعلِموا ان جمیع تلک النعماء التی تنسب الی الجنۃ" انما ھی عبارات عن قرۃ اعینٍ تکون فیها وتمثیلات لها لتکون اوقع فی قلب الانسان واقرب الی فهمه الناقص وادراکه القاصر لحقیقۃ الجنۃ وماهیتها۔

ثم اعلم ان الانسان کما خلقه ربه مجبول علی انه لا یدرک ولا یتصور الا ما ابصر بالعین اومسّ بالید اوذاق باللسان اوشم بالانف اواحس بالقوۃ السامعۃ وقرۃ اعینٍ تکون فی الجنّۃ لا ابصر مثلها الانسان بالعین قطّ ولا مس بالید ولا ذاق باللسان ولا شم بالانف ولا احسّ بالقوۃ السامعۃ فالفطرۃ الانسانیۃ تابی ان یبلغ الانسان کنه تلک القرۃ وحقیقتها۔ ثم ما یُخاطب به الانسان انما یخاطب بما ھو جارٍ علی لسانه من الالفاظ والکلماتِ ولا یوجد فی لغۃٍ من لغاتِ الانسان لفظ یُعبّر عن معنی لا یُدرک بالحسّ فلا یمکن ان یعبّر عن ذلک المعنی بعینه وان کان المعبر ھو اللہ فانه قادر علی الممکنات لا علی المحالات۔ ثم کل لغۃ من لغات الانسان التی یخاطب بها بعضهم بعضًا لا یوجد فیها ایضًا لفظ ولا کلمۃ یُعبَّر بها عن کیفیات ھذہ الخسائس الدنیویۃ کالحموضۃ والحلاوۃ والوجع والالم والکلفۃ والراحۃ وانما یعبرون عنها بمرادفاتها اوبنوعٍ من التمثیل والتشبیه مع ان ذلک المرادف والتمثیل ایضًا یحتاج الی تفسیر

اخرٰ و ھلم جرًّا۔ فما ظنک بحقائق الجنۃ التی عُبِّر عنھا بقرۃ اعین کیف یمکن التعبیر عنھا بعینھا وتصویرھا فی ذھن الانسان وان کان المعبّر ھو اللہ ؟

إلّا انہ لما کان الانسان مجبولًا علی ستکشاف ما فی اتیان المامور بہ من النفع وما فی ارتکاب المنھی عنہ من الضرر وکان لا یرغب فی الطاعۃ الا بعدما اطلع علی نفعھا ولا ینتھی عن المعصیۃ الا بعدما تبین مضارھا وجب علی کل نبی مرسلٍ بل علی کل مجدّدٍ یصلح بعض المفاسد العامۃ ان یبین ذلک النفع ویدل علی تلک المضار ولو کان بنوع من التمثیل والتشبیہ ؟

ولما کان التعبیر عن حقیقۃ تلک القرۃ للاعین بعینھا متعذرًا وکذلک عن حقیقۃ مایقابلھا من الالام الروحانیۃ احتاج الشارعون الی بیان جزاء الاعمال خیرًا کان او شرًا بکل راحۃٍ او کلفۃٍ لا یتصور راحۃٌ وکلفۃٌ فوقھا فی ھذا العالم والمقصود من ذلک البیان انما ھو تصویر تلک القرۃ للاعین ومایقابلھا من الالام الروحانیۃ بوجہ من التشبیہ ولو کان ناقصًا لا ھذہ الراحۃ او الکلفۃ بعینھا ؟

ولذلک فقد وقع فی التوراۃ بیان تلک القرۃ بکثرۃ الاولاد ونزول الامطار وسعۃ الرزق والغلبۃ علی الاعداء وامثالھا وبیان ما یقابلھا من الالام الروحانیۃ بموت الاولاد والقحط والوباء والھزیمۃ من الاعداء وما اشبہ ذلک الا ان ھذہ الامثال وان کانت اوقع فی قلوب بنی اسرائیل وانفذ ولکنھا لم تکن بحیث تعتبر بھا سائر الامم والملل۔ فجاء القرآن بامثال ابلغ منھا فی الانذار والتبشیر واوقع فی قلوب کافۃ الناس اوفق بحال کل فرد من افراد الناس شرقیًا کان او غربیًا بادیًا کان او حاضرًا وعالمًا کان او جاھلًا فان کل قوم سواء کانوا من البلاد الحارۃ او البارۃ یحبون بیوتًا مزخرفۃً وبساتین ناضرۃ ومیاھًا جاریۃ وفواکہ طیبۃً یفرحون بھا کل فرحۃ ویرغبون فیھا کل رغبۃ ویشتھونھا ویمیلون الیھا۔ وایضًا کان فی الحسن والجمال علی اطلاقہ لذۃٌ عجیبۃٌ تنجذب الیھا النفوس وتھتز القلوب واعجب الحسن والجمال اذا کان فی الانسان ولاسیما فی الجواری والغلمان۔ فالتعبیر عن قرۃ اعین تکون فی الجنۃ بمثل ھذہ اللذات الفطریۃ۔ وعما یقابلھا من الالام الروحانیۃ بامثال النار والحمیم والضریع والزقوم انما المقصود منہ ان یُجزم بوجود کل نعمۃ لا یُتصوّر فوقھا نعمۃ فی الجنۃ وبادراک کل نقمۃٍ لا یتصور فوقھا نقمۃ فی جھنم والا فالراحۃ التی تکون فی الجنۃ والکلفۃ التی تکون فی جھنم بالحقیقۃ فلا مماثلۃ بینھا وبین ھذہ الامثال التی نطق بھا القرآن ؟

تمت بالخیر

اعلان

کیا جاتا ہے کہ جملہ حقوق تصنیف و تالیف کتاب ضمیمہ اردو منظم کلیات حالی بحق حضرت مصنف محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب بلا اجازت جناب مصنف صاحب ممدوح اسکے کل یا جزو چھاپنے کے مجاز نہیں اگر چھاپیں گے تو نقصان اٹھائینگے۔ یہ کتاب براہ راست مصنف سے درخواست کرنے پر دستیاب ہو سکتی ہی*

المشتہر

حافظ عبد الستار بیگ مالک تحفہ ہند پریس کوچہ روح اللہ خاں

صوبہ دہلی